اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام

تعلیم الدین

دوسرا حصّہ

دینِ اسلام کی بنیادی اور ضروری باتیں سکھانے والی آسان کتاب

مکتب کے بچے، اسکول اور کالیج میں پڑھنے والے اور عام مسلمانوں کے لیے فائدہ کی کتاب

اسلامی عقائد | مسائل | سیرتِ پاک | آداب واخلاق

از

مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی

مفتی محمود صاحب بارڈولی

ناشر

نورانی مکاتب

www.nooranimakatib.com

تفصیلات

نام کتاب	:	تعلیم الدین (دوسرا حصہ)
از	:	مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی ومفتی محمود صاحب بارڈولی
ناشر	:	نورانی مکاتب
صفحات	:	104
طبعِ اول	:	صفر ۱۴۴۱ھ م اکتوبر ۲۰۱۹ء
طباعت	:	ہمدم پریس، مالیگاؤں 9890069488 9860448783 ©

ملنے کے پتے

مولانا یوسف صاحب بھانا، محمودنگر، ڈابھیل	9558174772
مدرسۃ گلشنِ خدیجۃ الکبریٰ، اون، سورت	9714814566 9898371086
دارالمکاتب کاپودرا	9712005458 9824289750

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
❁	پیش لفظ	۷
	پہلا باب: عقائدِ اسلام	
۱	(۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان (اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ)	۱۲
۲	(۲) ملائکہ پر ایمان (وَ مَلٰئِکَتِہٖ)	۱۴
۳	(۳) کتابوں پر ایمان (وَکُتُبِہٖ)	۱۵
۴	(۴) رسولوں پر ایمان (وَرُسُلِہٖ)	۱۷
۵	(۵) قیامت پر ایمان (وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ)	۱۸
۶	(۶) تقدیر پر ایمان (وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ)	۲۰
۷	(۷) مرنے کے بعد زندہ ہونے پر ایمان (وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ)	۲۰
۸	قبر کا بیان	۲۱
	دوسرا باب: فقہ، عبادت کے متعلق مسائل	
۹	اسلام کے بنیادی فرائض	۲۴
۱۰	نماز کی پہلی شرط کا بیان	۲۷
۱۱	نواقضِ وضو؛ یعنی وضو توڑنے والی چیزوں کا بیان	۳۰

۱۲	غسل کا بیان	۳۶
۱۳	استنجا کا بیان	۳۹
۱۴	استنجا کا طریقہ	۳۹
۱۵	تیمم کا بیان	۴۰
۱۶	تیمم کے چند مسائل	۴۳
۱۷	پانی کا بیان	۴۴
۱۸	پانی کے بعض مسائل	۴۵
۱۹	جھوٹے پانی کے احکام	۴۶
۲۰	کنوئیں کا بیان	۴۷
	تیسرا باب: سیرتِ پاک	
۲۱	مدینہ کے قبیلۂ اوس اور خزرج	۵۲
۲۲	عقبہ میں پہلی بیعت	۵۳
۲۳	عقبہ میں دوسری بیعت	۵۴
۲۴	مدینہ چلنے کی درخواست	۵۵
۲۵	صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ہجرت کی اجازت	۵۷
۲۶	سوالات	۵۸
۲۷	قریش کا منصوبہ (پلان)	۵۹
۲۸	ہجرت کا ارادہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تیاریاں	۶۰

۲۹	مکہ معظّمہ سے روانگی اور غارِ ثور میں قیام	۶۱
۳۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش	۶۳
۳۱	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھرانے کی خدمات	۶۵
۳۲	غارِ ثور سے روانگی	۶۶
۳۳	سوالات	۶۸
۳۴	مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد	۶۹
۳۵	قُبا کی پہلی خوش نصیبی	۶۹
۳۶	مدینہ طیبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا استقبال	۷۰
۳۷	مسجدِ نبوی کی تعمیر	۷۲
۳۸	سوالات	۷۳
۳۹	مُواخات؛ یعنی بھائی چارہ	۷۴
۴۰	یہودیوں اور مسلمانوں میں صلح	۷۶
۴۱	جنگ کا سلسلہ	۷۷
۴۲	سن ہجری کا آغاز	۷۸
۴۳	غزوہ اور سریہ	۷۹
۴۴	رمضان سنہ ۲ ھ، غزوۂ بدر	۷۹
۴۵	قیدیوں کے ساتھ برتاؤ	۸۲
۴۶	قیدیوں کی رہائی	۸۳

۴۷	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح	۸۴
۴۸	سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیٹی کا جہیز	۸۴
۴۹	الگ مکان	۸۵
۵۰	رمضان شریف کے روزے	۸۵
۵۱	سوالات	۸۶
	چوتھا باب: آداب واخلاق	
۵۲	شکر اور احسان ماننا	۸۸
۵۳	کھانے کی نعمت پر اللہ کا شکر	۹۰
۵۴	میٹھا پانی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے	۹۱
۵۵	اچھی اور بُری دوستی	۹۳
۵۶	بڑوں کی عزت	۹۴
۵۷	کھانے کے آداب	۹۵
۵۸	سونے کے آداب	۹۸
۵۹	اچھے بُرے خواب	۹۸
۶۰	چھینک کا بیان	۹۹
۶۱	جُمائی کا بیان	۱۰۰
۶۲	گھر کے آداب	۱۰۰
۶۳	مسجد کے آداب	۱۰۲

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ ربِّ العالمین و الصلوۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وعلیٰ من تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین.

مکتب ایک گلشن ہے، ایک دینی گہوارہ ہے، مکتب کے دو اہم بنیادی مقصد ہیں:

① مکتب میں قرآنِ مجید کی صحیح تعلیم دی جاتی ہے اور قرآنِ کریم کے الفاظ صحیح پڑھنا سکھایا جاتا ہے، قرآنِ کریم کی چند سورتیں زبانی یاد کروائی جاتی ہے۔

② مکتب دین کی بنیادی تعلیم کا مرکز ہے، مسلمانوں کو دین کی بنیادی ضروری معلومات مکتب میں پیش کی جاتی ہیں، ایک مسلمان کے لیے بنیادی طور پر جو چیزیں ضروری ہیں وہ مکتب میں سکھائی جاتی ہیں، اسی طرح ایک مسلمان کو جو چیزیں زبانی یاد ہونی چاہیے وہ بھی مکتب میں یاد کروائی جاتی ہیں، جس کے لیے حسبِ ذیل چیزیں مکتب کے نصاب میں ہونا بہت ضروری ہیں:

① اسلامی عقائد: جس میں دین کے بنیادی عقیدے ہوں، ایمانِ مجمل اور مفصل کی وضاحت ہو اور جن چیزوں سے عقائد خراب ہوتے ہیں اور کفر و شرک کا خطرہ ہوجاتا ہے ان چیزوں کو بھی بتانا ضروری ہے؛ تاکہ اس سے اپنے آپ کو بچایا جائے، صحیح عقائد کا ہونا یہ ایمان کی بنیاد ہے۔

② ضروری دینی مسائل۔

③ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کی سیرتِ مبارکہ۔

④ محفوظات کا ایک نصاب، جن میں پانچ کلمے، ضروری مسنون دعائیں اور

دیگر ضروری باتیں زبانی یاد کرنا ہوتا ہے۔

نورانی مکاتب جو مکاتبِ قرآنیہ کا ایک حسین گلدستہ ہے، قرآن کی خدمت کرنے والے چند ٹرسٹوں کا ایک مجموعہ اور ادارہ ہے، دین وایمان کی حفاظت کا ایک انقلابی کارنامہ انجام دینے والا نورانی مرکز ہے، ارتداد، جہالت، غربت وافلاس زدہ مسلمانوں کی ایمانی، دینی حفاظت کا ایک مستحکم قلعہ ہے، یہ سب اللہ کا فضل وکرم ہے۔

مکاتبِ قرآنیہ کے اوپر لکھے ہوئے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے نصاب کے طور پر حسبِ ذیل کتابیں اردو، گجراتی، انگریزی زبان میں آج تک بفضل اللہ تعالیٰ نورانی مکاتب اور دارالمکاتب کے زیرِ سرپرستی تیار ہو کر شائع ہوئیں اور عالم میں پھیل گئیں، الحمد للہ علی ذلک۔

(۱) بچوں کا تحفہ (اول، ثانی)۔

(۲) بچوں کو پڑھانے کا طریقہ۔

(۳) روضۃ الاطفال۔

(۴) رہبرِ معاون۔

(۵) مکاتب کے اہم امور۔

(۶) معلم الاطفال۔

(۷) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(۸) گلدستۂ اطفال (تین حصے)۔

(۹) تعلیمی نفسیات۔

(۱۰) حفظ پڑھانے کا طریقہ۔

(۱۱) تحفۂ حفاظ۔
(۱۲) طریقۂ تعلیم الصبیان۔
(۱۳) پارۂ عم پڑھانے کا طریقہ۔

مکاتب کے اس نصاب کو چھوڑ کر دیگر مطبوعات اس کے علاوہ ہیں۔

پھر بھی بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کے پیشِ نظر اوپر لکھے گئے مکاتب کے مقاصد میں سے دوسرے نمبر کے مقصد کی تکمیل کے لیے ایک جامع، آسان اور عام فہم نصاب کے ضرورت کی تکمیل کے لیے یہ چند کتابیں تیار کی گئیں:

(۱) محفوظات کا آسان نصاب۔
(۲) تعلیم الدین (پہلا حصہ)۔
(۳) تعلیم الدین (دوسرا حصہ)۔
(۴) تعلیم الدین (تیسرا حصہ)۔
(۵) تعلیم الدین (چوتھا حصہ)۔
(۶) تعلیم الدین (پانچواں حصہ)۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ان تمام کتابوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اپنی خوشنودی کا ذریعہ بنائے اور اوپر لکھے ہوئے مقاصدِ خیر کی تکمیل کا ذریعہ بنائے۔

ان کتابوں کی تالیف، ترتیب، تصحیح، تزیین، کمپوزنگ، طباعت واشاعت میں بہت سارے حضرات نے حصہ لیا ہے، خاص کر:

(۱) مجددِ مکاتب حضرت مولانا اسماعیل احمد لولات صاحب کاپودروی زید مجدہ، استاذِ حدیث: جامعہ قاسمیہ کھروڈ، رکنِ رکین: مجلسِ شوریٰ نورانی مکاتب،

سرپرست: دارالمکاتب کاپودرا۔

(۲) حضرت مولانا مفتی شکیل صاحب، استاذِ حدیث و ناظم: مدرسہ خدیجۃ الکبری، اون، سورت۔

(۳) حضرت مولانا مفتی توصیف صاحب ابن حاجی شکیل، استاذِ حدیث و ناظمِ حسابیات: مدرسہ خدیجۃ الکبری و گلشن احمد ٹرسٹ۔

(۴) حضرت مولانا عمران چانکی صاحب، صدر: ایکتا ایجوکیشن اینڈ چیریٹیبل ٹرسٹ، پنچ محل، گودھرا، و معاونِ ناظم: شعبۂ نشر و اشاعت نورانی مکاتب۔

(۵) حضرت مولانا حافظ قاری عبدالعزیز حافظجی، ٹرسٹی: گلشنِ احمد ٹرسٹ سورت، و رکنِ مجلسِ شوریٰ: نورانی مکاتب۔

(۶) حضرت مولانا آصف صاحب سورتی، معاون: گلشنِ احمد ٹرسٹ سورت۔

اور دوسرے تمام ہی حضرات کو اللہ جزائے خیر عطا فرمائے اور اس سلسلے کو بے انتہا قبول فرمائے اور اس کے فیض کو صبحِ قیامت تک پورے عالم میں عام و تام فرمائے۔

اس نصاب میں اگر غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائے، ان شاء اللہ! آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کرلی جائے گی اور اس نیک کام میں آپ بھی شامل ہوں گے۔

(حضرت مفتی) محمود (صاحب) بارڈولی (دامت برکاتہم)
استاذِ تفسیر و حدیث: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل
یکے از بانیان و سرپرست: نورانی مکاتب
مؤرخہ: ۲۰/محرم الحرام ۱۴۴۱ھ، مطابق: ۲۰/ستمبر ۲۰۱۹ء

پہلا باب

عقائدِ اسلام

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ مَلَائِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَ الْیَوْمِ الْآخِرِ وَ
الْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ .

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان (اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ)

سوال: ایک مسلمان کو اللہ کے ساتھ کیا عقیدے رکھنے چاہیے؟

جواب: مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ:

اللہ تعالیٰ ایک ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی عبادت کے لائق ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر بات کو جانتے ہیں، کوئی چیز اللہ سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ بڑی قدرت اور بڑی طاقت والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی سارے جہاں کے مالک ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی جِلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی مارتے ہیں؛ یعنی مخلوق کی زندگی اور موت اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے ہوتی ہے۔

زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، فرشتے، آدمی، غرض سارے جہاں کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی تمام مخلوق کو روزی دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں اور نہ سوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ خود بخود ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کوکسی نے پیدا نہیں کیا۔

نہ تو اللہ تعالیٰ کے ماں-باپ ہیں، نہ بیٹا-بیٹی، نہ بیوی، نہ کسی سے اللہ تعالیٰ کا رشتہ ہے، اللہ تعالیٰ ان تمام رشتوں سے پاک ہیں۔

سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں، اللہ تعالیٰ کسی کے محتاج نہیں، اللہ تعالیٰ کوکسی چیز کی حاجت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کلام کرتے ہیں؛مگر زبان کے محتاج نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ سنتے ہیں؛مگر کانوں کے محتاج نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام عیبوں سے پاک ہیں۔

اللہ تعالیٰ بے مثل ہیں،کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے مشابہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ مخلوق جیسے ہاتھ-پاؤں، ناک-کان اور شکل وصورت سے پاک ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لیے پیغمبر بھیجے کہ لوگوں کوسچا مذہب سکھائیں، اچھی باتیں بتائیں اور بُری باتوں سے بچائیں۔

سوال: کیا اللہ پاک کسی کے جسم میں اُتر جاتے ہیں؟

جواب: ہرگز نہیں۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کسی کے روپ میں آتے ہیں؟

جواب: اللہ پاک کسی کے بھی روپ میں نہیں آتے۔

سوال: اَوْتار کا کیا مطلب ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟

جواب: اوتار کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی کسی جسم میں داخل ہو کر یا کسی کی شکل میں اصلاح کی غرض سے دنیا میں آتے ہیں؛ مگر مسلمانوں کے لیے ایسا عقیدہ رکھنا بالکل درست نہیں ہے۔

(۲) ملائکہ پر ایمان (وَ مَلَائِکَتِہٖ)

سوال: فرشتے کون ہیں؟

جواب: فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک نورانی مخلوق ہیں، ہماری نظروں سے غائب ہیں، نہ مرد ہیں نہ عورت، خدا کی نافرمانی اور گناہ نہیں کرتے، خدا تعالیٰ نے جن کاموں پر مقرر فرما دیا انہی میں لگے رہتے ہیں۔

سوال: فرشتے کتنے ہیں؟

جواب: فرشتے بے شمار ہیں، ان کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، ان میں سے چند فرشتے مشہور اور مقرب ہیں۔

سوال: مشہور فرشتے کتنے ہیں؟

جواب: مشہور فرشتے چار ہیں۔

سوال: مشہور و مقرب فرشتوں کے نام بتاؤ؟

جواب: مشہور و مقرب فرشتوں کے نام یہ ہیں:

① حضرت جبریل علیہ السلام۔ ② حضرت میکائیل علیہ السلام۔
③ حضرت اسرافیل علیہ السلام۔ ④ حضرت عزرائیل علیہ السلام۔

سوال: چار مشہور فرشتوں کے کام بتاؤ؟

جواب: ① حضرت جبریل علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کی کتابیں، اللہ کے احکام اور پیغام پیغمبروں کے پاس لاتے تھے۔

② حضرت اسرافیل علیہ السلام جو قیامت میں صور پھونکیں گے۔

③ حضرت میکائیل علیہ السلام جو بارش برسانے اور مخلوق کو رزق پہنچانے کے کام پر مقرر ہیں۔

④ حضرت عزرائیل علیہ السلام جو مخلوق کی جان نکالنے پر مقرر ہیں۔

(۳) کتابوں پر ایمان (وَكُتُبِهٖ)

سوال: حضرت جبریل علیہ السلام جو کتابیں لائے ہیں وہ کتنی ہیں؟

جواب: خدا تعالیٰ کی چھوٹی۔ بڑی بہت سی کتابیں پیغمبروں پر نازل ہوئیں، ان کتابوں کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہے؛ مگر بڑی کتابوں کو کتاب اور چھوٹی کتابوں کو صحیفے کہتے ہیں۔

سوال: کیا ان سب کتابوں کے نام معلوم ہیں؟

جواب: نہیں! سب کتابوں کے نام معلوم نہیں؛ البتہ ان میں سے چار کتابیں مشہور ہیں، وہ یہ ہیں:

توراۃ: جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

زبور: جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

انجیل: جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

قرآنِ مجید: جو ہمارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا اور اس کو ہم روزانہ پڑھتے ہیں، بہت سے بچے اس کو حفظ یاد کرتے ہیں۔

سوال: جو قرآنِ پاک کو حفظ یاد کرے اس کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: قرآنِ پاک کو جو زبانی یاد کر لیتے ہیں وہ حافظ کہلاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے آج تک لاکھوں کروڑوں مسلمان ہر زمانے میں اس کے حافظ ہوتے چلے آئے ہیں۔

سوال: کیا قرآن کے بعد کوئی دوسری آسمانی کتاب نازل ہوئی؟

جواب: نہیں؛ بلکہ قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے، اس کے بعد کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی اور نہ ہوگی، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں نے اس کتاب کو نازل کیا ہے اور میں ہی اس کتاب کی حفاظت کروں گا۔

بچو یاد رکھو!

قیامت تک یہ قرآن محفوظ ہے اور اب کسی آسمانی کتاب کی ضرورت نہیں۔ ہمارے نبی آخری نبی ہیں اور اب کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں۔

نبی دنیا میں اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں، قرآنِ کریم جو اللہ کا پیغام ہے دنیا میں موجود ہے تو اب نبی کی ضرورت نہیں؛ البتہ عمل کرنے اور کرانے کی ضرورت ہے۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں پر ایمان لانا اور اس پر عمل کرنا

ضروری ہے؟

جواب: اتنا ماننا تو ضروری ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں ہیں اور اللہ کے نبیوں پر نازل ہوئی ہیں؛ لیکن جو کچھ ان کتابوں میں اس وقت موجود ہیں ان سب باتوں کو ماننا ضروری نہیں؛ کیونکہ قرآنِ پاک میں یہ بھی بتلا دیا گیا ہے کہ ان کتابوں میں بہت کچھ تبدیلیاں کر دی گئی ہیں؛ لہٰذا جو بات قرآن شریف سے ملتی ہے اس کو مانا جائے گا اور جو بات قرآن شریف سے نہیں ملتی اس کے بارے میں خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔

(۴) رسولوں پر ایمان (وَرُسُلِهٖ)

سوال: رسول کون ہوتے ہیں؟

جواب: رسول اللہ تعالیٰ کے بندے اور انسان ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں اپنے بندوں تک احکام پہنچانے کے لیے مقرر فرماتے ہیں، وہ سچے ہوتے ہیں، کبھی جھوٹ نہیں بولتے، گناہ نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کے پیغامات پورے پورے پہنچا دیتے ہیں، ان میں اپنی طرف سے کمی۔بیشی نہیں کرتے اور نہ کسی پیغام کو چھپاتے ہیں۔

سوال: نبی اور رسول کتنے ہیں؟

جواب: دنیا میں بہت سے نبی اور رسول آئے؛ لیکن ان کی صحیح گنتی اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، ہمیں تمھیں اسی طرح ایمان لانا چاہیے کہ

اللہ تعالیٰ نے جتنے رسول اور نبی بھیجے ہیں ہم ان سب کو برحق اور سچا نبی اور رسول مانتے ہیں۔

سوال: سب سے پہلے پیغمبر کون ہیں؟

جواب: سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

سوال: سب سے آخری پیغمبر کون ہیں؟

جواب: سب سے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں، آپ کو قیامت تک کے لیے نبی اور رسول بنا کر بھیجا گیا، نبوت کا سلسلہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ختم ہو گیا، آپ کے بعد جو شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔

سوال: رسولوں میں سب سے افضل کون ہیں؟

جواب: ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام رسولوں کے سردار ہیں، اللہ تعالیٰ کے بعد آپ کا مرتبہ سب سے زیادہ بڑھا ہوا ہے۔

(۵) قیامت پر ایمان (وَالْیَوْمِ الْآخِرِ)

سوال: قیامت کیا ہے؟

جواب: ایک دن آنے والا ہے کہ اس روز سارا عالَم اور عالَم کی ہر ایک چیز فنا ہو جائے گی، صرف ایک باقی رہ جائے گا، وہی اللہ تعالیٰ ہیں جو

ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾

ترجمہ: جو کوئی بھی (اس) زمین پر ہے وہ سب فنا ہونے والے ہیں ﴿۲۶﴾ اور صرف تمھارے رب کی ذات جو عظمت اور فضل و کرم والی ہے وہ باقی رہ جائے گی ﴿۲۷﴾

سوال: عالم کے فنا ہونے کی کیفیت کیا ہوگی؟

جواب: اس کی کیفیت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے، اس کی آواز ایسی خوفناک اور ڈراؤنی ہوگی کہ اس کی دہشت اور ڈر سے تمام جاندار مر جائیں گے، ہر ایک چیز ٹوٹ پھوٹ کر فنا ہو جائے گی۔

سوال: قیامت کب آئے گی؟

جواب: قیامت آنے والی ہے؛ لیکن اس کا صحیح وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اتنا معلوم ہے کہ جمعہ کا دن اور محرم کی دسویں تاریخ ہوگی۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت کی چند نشانیاں بتلا دی ہیں، جیسے حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا ظاہر ہونا، دجال کا نکلنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے دنیا میں آنا، یاجوج ماجوج کا نکلنا، سورج کا مغرب کی طرف سے نکلنا وغیرہ، ان نشانیوں کو دیکھ کر قیامت کا قریب آجانا معلوم ہو سکتا ہے۔

(۶) تقدیر پر ایمان

(وَ الْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی)

سوال: تقدیر کسے کہتے ہیں؟

جواب: ہر بات اور اچھی بُری چیز کے لیے اللہ تعالیٰ کے علم میں ایک اندازہ مقرر ہے اور ہر چیز کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ اسے جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے اسی علم اور اندازے کو تقدیر کہتے ہیں، کوئی اچھی یا بُری بات اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں ہے۔

(۷) مرنے کے بعد زندہ ہونے پر ایمان

(وَ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ)

سوال: مرنے کے بعد زندہ ہونے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: آپ پہلے پڑھ چکے ہو کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے اور اس کی آواز اس قدر سخت ہوگی کہ اس کے صدمے سے سب مرجائیں گے، اس کو قیامت کہتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ قیامت میں سب چیزیں فنا ہوجائیں گی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت اسرافیل علیہ السلام دوبارہ صور پھونکیں گے جس سے سب چیزیں پھر سے پیدا ہوجائیں گی اور انسان بھی دوبارہ زندہ ہوجائیں گے اور سارے انسان اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر

گے، میدانِ حشر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تمام انسانوں کو پیش کیا جائے گا، دنیا میں جو کچھ اچھے یا بُرے کام کیے تھے ان کا حساب ہوگا۔

جس روز یہ کام ہوں گے اس کو ''یَوْمُ الْحَشْرِ'' یعنی ''جمع کیے جانے کا دن'' اور ''یومُ الْحِسَابِ'' یعنی ''حساب کا دن'' کہتے ہیں۔

جن کے اچھے کام زیادہ ہوں گے ان کو جنت ملے گی اور جن کے برے کام زیادہ ہوں گے ان کو جہنم میں بھیجا جائے گا؛ اس لیے اس دن کو ''یومُ الْجَزاءِ'' اور ''یومُ الدِّیْنِ'' یعنی ''بدلہ دینے کا دن'' بھی کہا جاتا ہے۔

قبر کا بیان

سوال: مُردے سے قبر میں کون سوال کرتے ہیں؟

جواب: قبر میں مردے کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، ایک کو ان میں سے ''مُنْکَرْ'' اور دوسرے کو ''نَکِیْر'' کہتے ہیں، وہ ہر مُردے سے تین سوال کرتے ہیں۔

سوال: وہ تین سوال کیا ہیں؟

جواب: پہلا سوال: تمھارا رب کون ہے؟ دوسرا سوال: تمھارا دین کیا ہے؟ اور تیسرا سوال: تمھارے نبی کون ہیں؟

مؤمن جواب دے گا: میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے، اور میرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

کافر جواب نہ دے سکے گا، وہ ہر سوال کے جواب میں صرف ''ہائے ہائے'' کرے گا۔

سوال: کیا قبر میں عذاب ہوگا؟

جواب: جی ہاں! جس کے جوابات ٹھیک نہیں ہوں گے اسے عذاب میں گرفتار کیا جائے گا۔قبر میں کافروں اور بعض گنہگار مسلمانوں کو عذاب ہوگا۔اللہ تعالیٰ ہماری قبر کے عذاب سے حفاظت فرمائیں،آمین۔

سوال: اگر کوئی شخص قبر کے عذاب وثواب کا انکار کرے تو وہ کیسا ہے؟

جواب: ایسا شخص کافر ہے۔

بچو! یاد رکھو: قبر دنیا اور آخرت کے درمیان ایک اور عالم ہے جس کا نام برزخ ہے، مرنے کے بعد قیامت سے پہلے مرنے والا عالمِ برزخ میں ہوتا ہے، جہاں عذاب اور ثواب ملتا ہے۔

جو مردہ دفن نہ کیا جائے؛ بلکہ جل کر راکھ ہو جائے یا ڈوب جائے یا کوئی درندہ کھا جائے اس کو بھی عذاب یا ثواب دینے پر اللہ تعالیٰ قدرت رکھتے ہیں، مرنے والا عالمِ برزخ میں ہوتا ہے جہاں ثواب اور عذاب ملتا ہے،ثواب اور عذاب کے لیے قبر میں دفن ہونا ضروری نہیں ہے۔

دوسرا باب: فقہ

عبادت کے متعلق مسائل

اسلام کے بنیادی فرائض

سوال: ''فرض'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا جو حکم یقین سے ثابت ہوا سے فرض کہتے ہیں۔

سوال: فرض کا حکم کیا ہے؟

جواب: فرض کے ادا کرنے سے ثواب ملے گا اور چھوڑنے سے سخت عذاب ہوگا، کسی ایک فرض کا بھی انکار کرنا کفر ہے۔

سوال: ''واجب'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا جو حکم فرض کے قریب ہے اسے واجب کہتے ہیں۔

سوال: واجب کا کیا حکم ہے؟

جواب: واجب کے ادا کرنے پر ثواب ملے گا اور چھوڑنے پر عذاب۔ واجب کا انکار کرنا گناہ ہے، واجب کی قضا فرض کی طرح ضروری ہے۔

سوال: ''سنت'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن طریقوں کی تاکید کی یا اکثر خود پابند رہے یا ان کو پسند فرمایا انھیں سنت کہتے ہیں۔

سوال: ''سنت'' کا کیا حکم ہے؟

جواب: سنت کے ادا کرنے پر ثواب ملے گا اور آخرت میں حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی، سنت کا انکار کرنے والا شخص گنہگار اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی شفاعت سے محروم ہوگا۔

سوال: ''نفل'' کس کو کہتے ہیں اور اس کا حکم کیا ہے؟

جواب: جس کام کی فضیلت شریعت میں ثابت ہو، اس کے کرنے میں ثواب اور چھوڑنے میں عذاب نہیں۔

سوال: ''مباح'' کس کو کہتے ہیں اور اس کا حکم کیا ہے؟

جواب: جس کا کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہوں؛ یعنی کرنے میں ثواب نہ ہو اور نہ کرنے میں گناہ اور عذاب نہ ہو، مثلاً گھڑی پہننا وغیرہ۔

سوال: ''حرام'' کس کو کہتے ہیں اور اس کا حکم کیا ہے؟

جواب: شریعت میں جس چیز کا منع ہونا یقینی ہو، اس کا کرنے والا فاسق اور عذاب کا حق دار ہوتا ہے اور انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے۔

سوال: ''مکروہِ تحریمی'' کس کو کہتے ہیں اور اس کا حکم کیا ہے؟

جواب: جس کے کرنے کی ممانعت کسی یقینی دلیل سے ثابت نہ ہو اور جس کا انکار کرنے والا کافر نہیں؛ مگر کرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔

سوال: ''مکروہِ تنزیہی'' کس کو کہتے ہیں اور اس کا حکم کیا ہے؟

جواب: مکروہِ تنزیہی اس کام کو کہتے ہیں جس کے چھوڑنے میں ثواب ہے اور کرنے میں عذاب تو نہیں؛ لیکن ایک قسم کی بُرائی ہے۔

سوال: اسلام میں بنیادی فرائض کتنے ہیں؟

جواب: اسلام میں بنیادی فرائض پانچ ہیں:

① پہلا فرض: کلمۂ شہادت پڑھنا؛ یعنی زبان سے اس یقین کا اظہار کرنا کہ اللہ ایک ہیں؛ وہی سچے معبود ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے رسول ہیں۔

② دوسرا فرض: نماز پڑھنا۔

③ تیسرا فرض: زکوۃ ادا کرنا۔

④ چوتھا فرض: رمضان شریف کے روزے رکھنا۔

⑤ پانچواں فرض: حج کرنا۔

سوال: اسلام کا دوسرا رکن نماز کس پر فرض ہے؟

جواب: نماز ہر سمجھ دار، بالغ، مسلمان، مرد، عورت پر فرض ہے؛ لیکن بچے جب سات برس کے ہو جائیں تو نماز میں لگا دینا چاہیے اور دس برس کے ہو کر بھی نماز نہ پڑھیں تو مار کر نماز پڑھانا چاہیے۔

سوال: نمازیں کتنی فرض ہیں؟

جواب: پانچ وقت؛ یعنی فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی نمازیں فرض ہیں۔

سوال: نماز کب تک فرض رہتی ہے؟

جواب: نماز پوری زندگی کے لیے فرض ہوتی ہے، روزانہ پانچ

نمازیں عمر بھر پڑھتے رہنا چاہیے، نماز کا چھوڑنا جائز نہیں، اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اور بیٹھ کر نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر نماز پڑھنا چاہیے۔

نماز کی پہلی شرط کا بیان

سوال: بدن کے پاک ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: بدن کے پاک ہونے سے یہ مراد ہے کہ بدن پر کسی قسم کی نجاست یعنی ناپاکی نہ ہو۔

سوال: نجاست کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: نجاست کی دو قسمیں ہیں: ایک حقیقی اور دوسری حکمی۔

سوال: نجاستِ حقیقیہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: وہ ناپاکی جو دیکھنے میں آسکے نجاستِ حقیقیہ کہلاتی ہے؛ جیسے پیشاب، پاخانہ، خون، شراب وغیرہ۔

سوال: نجاستِ حکمیہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: وہ ناپاکی جو شریعت کے حکم سے ثابت ہو؛ مگر دیکھنے میں نہ آسکے نجاستِ حکمیہ کہلاتی ہے، جیسے بے وضو ہونا، غسل کی حاجت ہونا۔

سوال: نماز کے لیے کس نجاست سے بدن کا پاک ہونا شرط ہے؟

جواب: نجاستِ حقیقیہ اور حکمیہ دونوں قسم کی نجاست سے بدن کا

پاک ہونا ضروری ہے۔

سوال: نجاستِ حکمیہ کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو قسمیں ہیں:

① حدثِ اصغر؛ یعنی چھوٹی نجاست۔

② حدثِ اکبر؛ یعنی بڑی نجاست۔

حدثِ اصغر؛ یعنی بے وضو ہونا اور حدثِ اکبر؛ یعنی غسل کی ضرورت ہونا۔

سوال: چھوٹی نجاستِ حکمیہ سے بدن پاک کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: چھوٹی نجاستِ حکمیہ سے بدن وضو کرنے سے پاک ہو جاتا ہے۔

سوال: وضو کرنے کا مکمل طریقہ بتلاؤ؟

جواب: وضو مکمل کرنے کا مکمل طریقہ یہ ہے کہ:

① قبلہ رو بیٹھو۔

② وضو شروع کرتے وقت ''بِسْمِ اللّٰهِ'' پڑھو اور وضو کی نیت کرو۔

③ پہلے دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین دفعہ دھوؤ۔

④ اس کے بعد کلی کرو اور مسواک کرو، اگر مسواک نہ ہو تو دانتوں پر انگلی پھیرو۔

⑤ پھر ناک میں پانی ڈالو اور ناک صاف کرو۔

(۶) پھر پیشانی کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور دونوں کانوں کی لو تک چہرہ دھوؤ، چہرہ دونوں ہاتھوں سے تین دفعہ دھوؤ۔

(۷) پھر کہنیوں کے ساتھ دونوں ہاتھ تین دفعہ دھوؤ، پہلے داہنا ہاتھ دھوؤ پھر بایاں ہاتھ۔

(۸) اس کے بعد ہاتھوں پر پانی ڈالو اور دونوں ہاتھوں سے ایک مرتبہ پورے سر اور کانوں کا مسح کرو۔

(۹) مسح سے فارغ ہو جاؤ تب دونوں پیر ٹخنوں سے اوپر تک تین تین دفعہ دھوؤ؛ پہلے داہنا پاؤں دھوؤ، پھر بایاں پاؤں۔

(۱۰) وضو کرتے وقت دنیا کی باتیں نہ کرو۔

(۱۱) زیادہ پانی خرچ نہ کرو۔

(۱۲) اس طرح پانی عضو پر نہ مارو کہ دوسروں پر چھینٹیں اڑیں۔

(۱۳) وضو میں مسح سر، کان اور گردن کا صرف ایک مرتبہ ہوگا اور باقی عضو کو تین تین مرتبہ دھونا ہے۔

سوال: وضو کے بعد کی دعا بتلاؤ؟

جواب: ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ .اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَ اجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ''۔

سوال: مکمل وضو کے فائدے بتلاؤ؟

جواب: مکمل وضو کرنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ:

قیامت کے دن یہ تمام حصے نورانی ہوں گے اور اسی نور سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی پہچانے جائیں گے۔

چنانچہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں نے دریافت کیا کہ: یارسول اللہ! میدانِ قیامت میں جہاں ساری دنیا کے بے شمار انسان ہوں گے، آپ اپنے امتیوں کو کس طرح پہچان سکیں گے؟

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے امتیوں کی پہچان یہ ہوگی کہ ان کے ہاتھ پاؤں وضو کے اثر سے چمک دار ہوں گے۔

بچو! یاد رکھو

مکان پر وضو کر کے مسجد میں جاؤ، اس کا ثواب زیادہ ہے؛ کیوں کہ اس صورت میں وضو کرنے کے بعد سے ہی نماز پڑھنے کا ثواب ملنے لگتا ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: مکان سے وضو کر کے جانے سے ہر ایک قدم پر ایک نیکی ملتی ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے۔

نواقضِ وضو: یعنی وضو توڑنے والی چیزوں کا بیان

نواقضِ وضو آٹھ ہیں:

① پاخانہ، پیشاب کرنا یا ان دونوں راستوں سے کسی اور چیز کا نکلنا۔

۲ ہوا کا پیچھے سے نکلنا۔
۳ بدن کے کسی حصے سے ناپاکی کا نکل کر بہہ جانا۔
۴ منہ بھر کر قے کرنا۔
۵ لیٹ کر یا سہارا لگا کر سونا۔
۶ بیماری یا کسی اور وجہ سے بے ہوش ہوجانا۔
۷ جنون یعنی پاگل ہوجانا۔
۸ نماز میں قہقہہ مار کر (کھل کھلا کر) ہنسنا۔

سوال: بدن کے کسی حصے سے ناپاکی؛ یعنی خون، پیپ کے صرف نظر آنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے یا کوئی اور شرط بھی ہے؟

جواب: صرف نظر آنے سے وضونہیں ٹوٹتا؛ بلکہ شرط یہ بھی ہے کہ اپنی جگہ سے بہے اور اس حصے تک پہنچے جو وضو یا غسل میں دھویا جاتا ہے۔ سو اگر ناپاکی کسی ایسے حصے کی طرف تھوڑی بھی بہہ جائے گی تو وضوٹوٹ جائے گا۔

مثلاً آنکھ میں خون نکل کر آنکھ کے اندر بہا، آنکھ کے باہر نہ نکلا تو وضونہیں ٹوٹے گا؛ کیوں کہ آنکھ کے اندر کا حصہ نہ وضو میں دھونا فرض ہے، نہ غسل میں۔

اسی طرح اگر خراش لگ جانے سے خون ظاہر ہوگیا، بہا نہیں تو وضو

نہیں ٹوٹے گا؛ البتہ پاخانہ پیشاب کے راستے سے جو نجاست نکلے اور صرف نظر آجائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

سوال: اگر زخم پر خون ظاہر ہوا اسے انگلی یا کپڑے سے صاف کر لیا، پھر ظاہر ہوا، پھر صاف کر لیا، کئی بار ایسا کیا تو وضو ٹوٹا یا نہیں؟

جواب: یہ دیکھو کہ اگر خون صاف نہ کیا جاتا تو بہہ جانے کے لائق تھا یا نہیں، اگر اتنا تھا کہ بہہ جاتا تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر اتنا نہیں تھا تو وضو نہیں ٹوٹا۔

سوال: قے میں کیا چیز نکلے تو وضو ٹوٹے گا؟

جواب: قے میں پت یا خون یا کھانا یا پانی نکلے اور منہ بھر کر ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر خالص بلغم نکلے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

سوال: اگر تھوڑی تھوڑی قے کئی مرتبہ ہوئی تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر ایک متلی سے کئی بار قے ہوئی اور ان سب کو جمع کیا جائے تو اتنی ہو کہ منہ بھر جائے تب تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

اور اگر متلی کئی بار ہوئی اور ہر متلی کے بعد تھوڑی سی قے ہوگئی، مثلاً ایک مرتبہ متلی ہوئی اور تھوڑی سی قے ہوگئی، پھر وہ متلی جاتی رہی اور دوبارہ متلی پیدا ہو کر تھوڑی سی قے ہوئی تو ان دونوں مرتبہ کی قے کو جمع نہیں کیا جائے گا اور وضو نہیں ٹوٹے گا۔

سوال: بدن میں کسی جگہ پھونسی ہے اس میں سے خون یا پیپ کا دھبہ کپڑے میں لگ جاتا ہے تو کپڑا پاک ہے یا ناپاک؟

جواب: اگر خون یا پیپ نکل کر بہنے کے لائق نہیں ہے اور کپڑا لگنے سے دھبہ آ گیا ہے تو کپڑا پاک ہے؛ لیکن پھر بھی دھوڈالنا بہتر ہے۔

سوال: قے اگر منہ بھر کر نہ ہو تو ناپاک ہے یا نہیں؟

جواب: ناپاک نہیں ہے۔

سوال: جونک (جلوکا) نے بدن میں چمٹ کر خون پیا اور بھر گئی یا مچھر، پسو نے کاٹا تو اس سے وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟

جواب: جونک کے خون پینے سے وضو ٹوٹ جائے گا؛ اگر چہ چھڑانے کے بعد اس کے کاٹے ہوئے زخم سے خون نہ بہے؛ کیوں کہ جونک اتنا خون پی جاتی ہے کہ اگر وہ خون بدن سے نکل کر اس کے پیٹ میں نہ جاتا تو یقیناً بہہ جاتا اور مچھر، پِسُّو کے کاٹنے سے وضو نہیں ٹوٹتا؛ کیوں کہ یہ بہت تھوڑا سا خون پیتے ہیں جو بہنے کے لائق نہیں ہوتا۔

سوال: کس نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا؟

جواب: کھڑے کھڑے یا بغیر سہارا لگائے ہوئے بیٹھ کر سونے یا نماز کی کسی حالت میں سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، جیسے سجدہ میں سو گیا یا التحیات پڑھنے کے وقت سو گیا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

سوال: کیا کوئی ایسا بھی ہوا ہے کہ اس کی نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا؟

جواب: ہاں! اللہ کے نبی وہ پاک بندے ہیں کہ ان کا وضو نیند سے نہیں ٹوٹتا تھا، ان کا دل سونے کی حالت میں بھی جاگتا تھا۔

سوال: قہقہہ کا کیا مطلب ہے؟

جواب: قہقہہ کا مطلب یہ ہے کہ اتنی زور سے ہنسے کہ اس کی آواز دوسرے پاس والے سن سکیں۔

سوال: کیا ہر شخص کے قہقہے سے ہر ایک حالت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: ایسا نہیں ہے؛ بلکہ وضو اس وقت ٹوٹے گا جب کہ:

(۱) نماز کی حالت میں قہقہہ لگائے۔

(۲) قہقہہ مارنے والا بالغ ہو، مرد ہو یا عورت ہو۔ بچہ کے قہقہے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(۳) جاگتے میں ہنسا ہو، لہذا اگر نماز میں سو گیا اور سوتے میں ہنسا تو نماز تو جاتی رہے گی؛ مگر وضو نہیں ٹوٹے گا۔

(۴) جس نماز میں ہنسا وہ رکوع سجدہ والی نماز ہو، جنازہ کی نماز میں اگر کوئی قہقہہ لگا کر ہنس پڑے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹتا۔

سوال: کیا اپنے آپ کو یا دوسرے کو ننگا دیکھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: نہیں؛لیکن کسی کے سامنے ننگا ہونا اور کسی ننگے کو دیکھنا بہت بری بات ہے۔

سوال: جسم کی مردہ کھال کے اترنے سے یا مردہ گوشت کے گر جانے سے یا ناخن یا بال کٹوانے سے وضوٹوٹ جاتا ہے یانہیں؟

جواب: نہیں!بشرطیکہ خون یاراد یا پیپ نہ نکلے۔

سوال: اگرتھوک میں خون آئے توکس صورت میں وضوٹوٹے گا؟

جواب: اگر خون تھوک سے زیادہ ہے یا برابر ہےتو وضوٹوٹ جائے گا؛ورنہ نہیں۔

سوال: یہ برابری یا زیادتی کیسے معلوم ہوگی؟

جواب: اگرتھوک پیلا ہےتوتھوک زیادہ ہے،خون کم ہے اور اگر تھوک لال ہو جائے تو تھوک اور خون برابر مانے جائیں گے اور اگر گہرا لال تھوک ہوتوخون زیادہ اورتھوک کم ہے۔

یہ تمام تفصیل صرف اس صورت میں ہے جب کہ خون مسوڑھوں سے آرہاہو

سوال: اگرسر یاسینہ وغیرہ سےخون آیاہوتب بھی یہی حکم ہے؟

جواب: اگرسینہ یاسر سےخون آرہاہےتو ہرصورت میں وضوٹوٹ جائے گا؛چاہےخون تھوک سےزیادہ ہو یا کم۔

غسل کا بیان

سوال: غسل کسے کہتے ہیں؟

جواب: غسل کا معنی ہے ''نہانا''؛ لیکن شریعت میں ایک خاص طریقہ سے نہانے کو غسل کہا جاتا ہے۔

سوال: نہانے کا وہ خاص طریقہ کیا ہے؟

جواب: پہلے دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھوئے، پھر استنجا کرے اور بدن سے حقیقی نجاست دھو ڈالے، پھر وضو کرے، کلی کرے اور ناک میں پانی خوب اچھی طرح ڈالے، پھر تمام بدن پر تھوڑا پانی ڈال کر ہاتھ سے بدن کو ملے، جی چاہے تو صابن بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد تمام بدن پر تین مرتبہ پانی بہائے، اگر ایک بال برابر بھی کوئی جگہ سوکھی رہ جائے گی تو غسل نہیں ہوگا، نہاتے وقت ننگے بدن قبلہ کی طرف رخ نہ کریں۔

سوال: غسل میں فرض کتنے ہیں؟

جواب: غسل میں تین فرض ہیں:

① منہ بھر کر کلی کرنا۔

② ناک میں پانی ڈالنا۔

③ تمام بدن پر ایک بار اس طرح پانی بہانا کہ ایک بال کے برابر

بھی کوئی جگہ سوکھی نہ رہ جائے۔

سوال: غسل میں سنتیں کتنی ہیں؟

جواب: غسل میں پانچ سنتیں ہیں:

(۱) دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین بار دھونا۔

(۲) بدن پر اگر نجاست لگی ہو تو غسل سے پہلے اسے دھونا۔

(۳) ناپاکی دور کرنے کی نیت کرنا۔

(۴) پہلے وضو کرنا۔

(۵) تمام بدن پر تین بار پانی بہانا۔

سوال: غسل کی قسمیں کتنی ہیں؟

جواب: غسل کی چار قسمیں ہیں:

(۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) مستحب۔

سوال: کن چیزوں سے غسل فرض ہوتا ہے؟

جواب: جنابت، احتلام اور حیض ونفاس سے پاک ہونے پر غسل فرض ہوجاتا ہے۔

سوال: جس آدمی پر غسل فرض ہو اس کے لیے کیا کیا چیزیں منع ہیں؟

جواب: جس آدمی پر غسل فرض ہو اس کو نماز پڑھنا، قرآن شریف کی تلاوت کرنا یا چھونا، مسجد میں جانا، کعبہ کا طواف کرنا حرام ہے۔

سوال: کونسا غسل واجب ہے؟

جواب: میت کو غسل دینا واجب ہے، بشرطیکہ وہ میت شہید نہ ہو۔

سوال: کب کب غسل کرنا سنت ہے؟

جواب: (۱) جمعہ کی نماز کے لیے۔

(۲) عید کی نماز کے لیے۔

(۳) حج کا احرام باندھنے سے پہلے۔

(۴) عرفات میں وقوف کرنے کے لیے زوال کے بعد۔

سوال: کب کب غسل کرنا مستحب ہے؟

جواب: (۱) اس شخص کے لیے جو ناپاکی کی حالت میں مسلمان ہوا۔

(۲) اس شخص کے لیے جو عمر کے اعتبار سے بالغ ہوا۔

(۳) اس شخص کے لیے جس نے جنون (پاگل پن) سے افاقہ پایا۔

(۴) پچھنا لگوانے کے بعد۔

(۵) میت کے غسل کے بعد۔

(۶) شبِ برأت میں۔

(۷) شبِ قدر میں جب کہ اس کو پالے۔

(۸) مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لیے۔

(۹) دس تاریخ کی صبح کو مزدلفہ میں وقوف کے لیے۔

⑩ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لیے۔

⑪ طوافِ زیارت کے لیے۔

⑫ سورج اور چاند گرہن کی نماز کے لیے۔

⑬ بارش کی دعا کی نماز کے لیے۔

⑭ گھبراہٹ کے وقت۔

⑮ تاریکی کے وقت۔

⑯ سخت اور تیز ہوا کے وقت۔

استنجا کا بیان

پیشاب اور پاخانہ سے فراغت کے بعد پانی یا پتھر یا کسی دوسری چیز سے پیشاب و پاخانہ کی جگہ کو پاک صاف کیا جائے۔

استنجا کا طریقہ

پیشاب کرنے کے بعد مٹی کے پاک ڈھیلے سے یا ٹیشو پیپر (ટીશયુ પેપર) سے پہلے پیشاب کو سُکھانا چاہیے، اس کے بعد پانی سے دھونا چاہیے اور پاخانہ کے بعد شرم گاہ پر جو ناپاکی ہے اس کو صاف کریں، یہاں تک کہ اس کا غالب گمان ہو جائے کہ کوئی چیز باقی نہیں ہے۔

اگر پانی کی جگہ ڈھیلا استعمال کر رہا ہو تو تین ڈھیلوں سے استنجا کرنا مستحب ہے، دو ڈھیلوں یا ایک ڈھیلے پر اکتفا کرنا جائز ہے؛ لیکن

شرط یہ ہے کہ اس سے پاکی حاصل ہوجائے۔

ہڈی، کوئلہ، ناپاک اور کھانے کی چیزوں سے استنجا کرنا منع ہے۔ اور سایہ دار درخت، لوگوں کے بیٹھنے اٹھنے کی جگہ، راستے کے بیچ، رُکے ہوئے پانی یا سوراخ میں پیشاب، پاخانہ کرنے سے، نیز دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

قبلہ کی طرف چہرہ یا پیٹھ کرکے استنجا کرنے سے اور بلاضرورت بیت الخلاء میں بات چیت کرنے سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

تیمم کا بیان

تیمم سے مراد مٹی سے پاکی حاصل کرنا، تیمم شریعت میں اس لیے جائز کیا گیا ہے کہ انسان کبھی کبھار پانی کے نہ ہونے یا بیماری کے ہونے یا بڑھنے کے غالب گمان کے سبب پانی استعمال نہیں کرسکتا، ان دونوں صورتوں میں وضو یا غسل کے بدلے میں تیمم کرنا جائز ہوجاتا ہے۔

سوال: تیمم کسے کہتے ہیں؟

جواب: پاک مٹی یا جو مٹی کے حکم میں ہو اس سے بدن کو نجاستِ حکمیہ سے پاک کرنے کو تیمم کہتے ہیں۔

سوال: تیمم کب جائز ہوتا ہے؟

جواب: (۱) پونے دو کلومیٹر یا اس سے زیادہ پانی دور ہو۔

۲ پانی قریب میں ہے؛ لیکن کسی دشمن کے خوف کی وجہ سے پانی لے نہیں سکتے، مثلاً گھر میں پانی نہیں ہے اور باہر کنواں موجود ہے؛ لیکن خوف ہے کہ گھر سے باہر دشمن یا چور ہے جو مار ڈالے گا۔

۳ غالب گمان ہو یا ماہر مسلمان ڈاکٹر بتائے کہ پانی کے استعمال سے بیمار ہو جائے گا، یا موجودہ بیماری بڑھ جائے گی۔

۴ گرم پانی کا انتظام نہ ہو اور ٹھنڈے پانی کے استعمال سے مر جانے یا کسی عضو کے ہلاک ہونے کا غالب گمان ہو۔

۵ پانی کم ہے اور وضو میں استعمال کرنے سے اپنے لیے یا دوسروں کے لیے پیاس کا اندیشہ ہو۔

۶ غالب گمان ہو جائے کہ وضو میں مشغول ہو جائے گا تو عیدین کی نماز یا نمازِ جنازہ چھوٹ جائے گی؛ کیوں کہ ان نمازوں کی قضا نہیں ہوتی؛ لیکن اگر غالب گمان ہو کہ وضو میں مشغول ہوگا تو نماز کا وقت نکل جائے گا یا جمعہ کی نماز فوت ہو جائے گی تو اس کے لیے تیمم کرنا جائز نہیں ہے؛ بلکہ وضو کر کے فرض نماز کی قضا کرے گا اور جمعہ کے بدلے ظہر پڑھے گا۔

سوال: تیمم میں کتنے فرض ہیں؟

جواب: تیمم میں تین فرض ہیں:

۱ پاکی حاصل کرنے کی نیت کرنا۔

۲ پاک مٹی پر دونوں ہاتھ مار کر سارے منہ پر پھیرنا۔
۳ پاک مٹی پر دونوں ہاتھ مار کر کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کا مسح کرنا۔

سوال: تیمم کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ تیمم کرنے والا پہلے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھے اور نیت کرے کہ میں ناپاکی دور کرنے اور نماز پڑھنے کے لیے تیمم کرتا ہوں، پھر دونوں ہاتھ پاک مٹی پر رکھے، زیادہ مٹی لگ جائے تو انھیں جھاڑ دے اور دونوں ہاتھوں کو منہ پر اس طرح پھیرے کہ کوئی حصہ بال برابر بھی باقی نہ رہ جائے۔

پھر دوسری مرتبہ دونوں ہاتھ مٹی پر رکھے، پھر بائیں ہاتھ سے داہنے ہاتھ کا کہنیوں کے ساتھ مسح کرے، اس کے بعد داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کا کہنیوں کے ساتھ مسح کرے اور انگلیوں کا خلال بھی کرے، اگر انگوٹھی پہنی ہو تو اس کے نیچے مٹی والے ہاتھ پھیرنا بھی ضروری ہے، کوئی حصہ بال برابر بھی باقی نہ رہے اس کا خیال کرے؛ ورنہ تیمم نہیں ہوگا۔

سوال: وضو اور غسل کے تیمم میں کیا فرق ہے؟

جواب: کوئی فرق نہیں، دونوں کا تیمم ایک ہے۔

سوال: تیمم کن چیزوں کی وجہ سے ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: ① ہر اس چیز سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے جس سے وضو ٹوٹتا ہے۔
② تیمم جائز ہونے کا عذر ختم ہو جائے، مثلاً پانی مل جائے یا پانی کے استعمال میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے یا بیماری ختم ہو جائے۔

سوال: اگر نماز کا وقت نکلنے سے پہلے پانی ملنے کی امید ہو تو تیمم کا کیا حکم ہے؟

جواب: تیمم کو دیر سے کرنا مستحب ہے۔

سوال: نمازِ جنازہ یا سجدۂ تلاوت کی نیت سے تیمم کیا تو اس سے نماز جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: قرآنِ مجید چھونے یا پڑھنے یا مسجد میں داخل ہونے کی نیت سے تیمم کیا تو اس سے نماز جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں ہے۔

تیمم کے چند مسائل

① ایک تیمم سے۔ جب تک وہ باقی ہے۔ جتنے وقتوں کی نماز چاہو پڑھ سکتے ہو۔
② فرض نماز کے لیے جو تیمم کیا ہے اس سے فرض نماز اور نفل نماز اور قرآن مجید کی تلاوت، جنازے کی نماز، سجدۂ تلاوت اور تمام عبادتیں

جائز ہے۔

③ اگر کوئی نماز کا وقت نکلنے سے پہلے پانی لاکر دینے کا وعدہ کرے یا وقت نکلنے سے پہلے پانی ملنے کا غالب گمان ہے تو تیمم کو دیر سے کرنا ضروری ہے۔

پانی کا بیان

سوال: کن پانیوں سے وضو جائز ہے؟

جواب: بارش کا پانی، چشمے کا پانی، کنویں کا پانی، سمندر کا پانی، ندی کا پانی، بڑے تالاب یا حوض کا پانی، پگھلی ہوئی برف یا اولوں کا پانی، ان سب پانیوں سے وضو اور غسل کرنا جائز ہے۔

سوال: کن پانیوں سے وضو اور غسل کرنا جائز نہیں ہے؟

جواب: ① بعض پانی پاک ہے؛ لیکن اس سے وضو اور غسل جائز نہیں ہے، مثلاً پھل اور درخت سے نچوڑا ہوا پانی (یعنی پھل کا جوس)، شوربا، وہ پانی جس کا رنگ، بو، مزہ، کسی پاک چیز کے ملنے کی وجہ سے بدل گیا ہو، یا کسی پاک چیز کے ملنے سے اتنا گاڑھا ہو گیا ہو کہ بہہ بھی نہ سکتا ہو، وہ پانی جس سے وضو یا غسل کیا گیا، یہ تمام پانی پاک ہیں؛ لیکن ان سے وضو اور غسل جائز نہیں ہے۔

② بعض پانی ناپاک ہے؛ اس لیے اس سے وضو اور غسل درست

نہیں ہے، مثلاً ایسا پانی جو تھوڑا ہو اور اس میں کوئی ناپاک چیز گر گئی ہو یا وہ پانی جس پر ناپاکی کا اثر زیادہ ہو، اسی طرح حرام جانور کا جھوٹا پانی۔

سوال: کونسا پانی نجاست کے گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا؟

جواب: ندی یا سمندر کا پانی یا بہتا ہوا پانی یا بڑے تالاب یا بڑے حوض کا پانی نجاست کے گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔

سوال: بڑا حوض یا بڑا تالاب کس کو کہتے ہیں؟

جواب: جو حوض یا تالاب کم از کم پندرہ فٹ لمبا اور پندرہ فٹ چوڑا (۲۲۵/اسکوائر فٹ) ہو وہ بڑا ہے، اسی طرح جہاں اتنا پانی ہو وہ زیادہ سمجھا جائے گا، تھوڑی سی نجاست سے یہ پانی ناپاک نہیں ہوگا۔

سوال: جس پانی سے وضو یا غسل کیا گیا ہو اسے کیا کہتے ہیں؟

جواب: ایسے پانی کو مستعمل پانی کہتے ہیں جو خود پاک ہے؛ مگر اس سے وضو یا غسل جائز نہیں ہے۔

پانی کے بعض مسائل

① پانی میں کوئی ایسا جانور گر کر مر جائے جس میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے تو وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے، جیسے چڑیا، مرغی، کبوتر، چوہا، بلی وغیرہ۔

② وہ جانور جو پانی میں پیدا ہوتے اور رہتے ہیں ان کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، جیسے مچھلی، مینڈک وغیرہ۔

③ وہ جانور جن میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا، جیسے مکھی، مچھر، چیونٹی، چھپکلی وغیرہ کے پانی میں گر کر مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

④ زیادہ پانی، اسی طرح بڑے حوض یا بڑے تالاب میں نجاست گرنے کے بعد اس نجاست کا رنگ، بو، مزہ پانی میں ظاہر ہو جائے تو وہ پانی ناپاک ہے۔

⑤ پاک پانی میں مستعمل پانی مل جائے اور مستعمل پانی پاک پانی سے کم ہے تو اس سے وضو اور غسل درست ہے۔ اگر مستعمل پانی زیادہ ہے تو اس سے وضو یا غسل کرنا درست نہیں ہے۔

جھوٹے پانی کے احکام

سوال: کن جانوروں کا جھوٹا ناپاک ہے؟

جواب: کتے، خنزیر، شکاری جانور یا وہ جانور جن کا گوشت حرام ہے، ان کا جھوٹا ناپاک ہے۔

سوال: کن جانوروں کا جھوٹا مکروہ ہے؟

جواب: بلی، چوہا، چھپکلی، اور کھلی پھرنے والی مرغی اور کوّا، چیل اور وہ پرندے جن کا گوشت حرام ہے، ان کا جھوٹا مکروہ ہے۔

مسئلہ: بلی اگر چوہا یا اور کوئی جانور یا ناپاک چیز کھا کر فوراً پانی پی لے تو اس کا جھوٹا بھی ناپاک ہے۔

سوال: کن جانوروں کا جھوٹا پاک ہے؟

جواب: حلال جانوروں کا جھوٹا پاک ہے۔

سوال: کیا انسان کا جھوٹا پاک ہے، یا ناپاک؟

جواب: انسان کا جھوٹا پاک ہے؛ چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر؛ لیکن اگر کوئی انسان شراب پی کر یا اور کوئی ناپاک چیز کھا کر فوراً پانی پی لے تو شراب یا ناپاکی کے پانی میں ملنے کی وجہ سے پانی ناپاک ہوگا۔

کنوئیں کا بیان

سوال: کنواں کن چیزوں سے ناپاک ہوتا ہے؟

جواب: کوئی نجاست کنویں میں گر جائے یا کوئی جانور بہتے ہوئے خون والا کنوئیں میں گر کر مر جائے تو کنواں ناپاک ہو جاتا ہے۔

سوال: اگر کوئی جانور کنویں میں گر کر زندہ نکل آئے تو کنواں پاک رہے گا یا ناپاک ہو جائے گا؟

جواب: (۱) حرام جانور جن کا جھوٹا ناپاک ہے وہ زندہ نکل آئے تو بھی کنواں ناپاک ہوگا، مثلاً کتا وغیرہ۔

(۲) حلال جانور اگر اس کے بدن پر نجاست لگی ہو تو بھی کنواں ناپاک ہوگا، مثلاً بکری وغیرہ۔

(۳) حلال جانور زندہ نکل آئے اور اس کے بدن پر نجاست بھی نہ

ہو؛ لیکن اس کے پیشاب یا پاخانہ کر دینے کا یقین ہو تو پانی ناپاک ہو گا۔

سوال: چوہا، چڑیا، یا اتنا ہی بڑا اور کوئی جانور کنوئیں میں گر کر مرجائے یا مرا ہوا کنوئیں میں گرے تو کنوئیں کو کس طرح پاک کیا جائے گا؟

جواب: سب سے پہلے اس مردار جانور اور نجاست کو نکالا جائے گا پھر اگر وہ مردار پھولا یا پھٹا ہوا نہ ہو تو بیس ڈول پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا؛ لیکن تیس ڈول نکالنا مستحب ہے اور اگر پھولا یا پھٹا ہوا ہے تو کنوئیں کا تمام پانی نکالا جائے گا۔

سوال: کبوتر یا مرغی یا بلی یا اتنا ہی بڑا کوئی جانور کنوئیں میں گر کر مرجائے یا مرا ہوا کنوئیں میں گرے تو کنوئیں کو کس طرح پاک کیا جائے گا؟

جواب: سب سے پہلے اس مردار جانور اور نجاست کو نکالا جائے گا پھر اگر وہ مردار پھولا یا پھٹا ہوا نہ ہو تو چالیس ڈول پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا؛ لیکن ساٹھ ڈول نکالنا مستحب ہے اور اگر پھولا یا پھٹا ہوا ہے تو کنوئیں کا تمام پانی نکالا جائے گا۔

سوال: اگر بکری یا کتا یا اتنا ہی بڑا اور کوئی جانور کنوئیں میں گر کر مرجائے، یا مرا ہوا کنوئیں میں گرے تو کنوئیں کو کس طرح پاک کیا جائے گا؟

جواب: کنوئیں سے اس مردار کو نکال کر سارا پانی نکالا جائے گا۔

سوال: اگر کنوئیں سے کوئی ناپاک چیز نکلے اور معلوم نہ ہو کہ کب

گری ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: جس وقت سے دیکھا جائے اسی وقت سے کنواں ناپاک سمجھا جائے گا۔

سوال: اگر کنوئیں سے مردار جانور نکلے اور معلوم نہ ہو کہ کب گرا ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: گرنے والا مردار جانور اگر پھولا پھٹا نہ ہو تو ایک دن اور ایک رات پہلے سے کنواں ناپاک سمجھا جائے گا اور اگر وہ پھول پھٹ گیا ہو تو تین دن تین رات پہلے سے کنواں ناپاک سمجھا جائے گا اور اس مدت کے درمیان اس پانی سے وضو یا غسل کر کے جو نمازیں پڑھی گئیں ان کا لوٹانا ضروری ہوگا۔

سوال: ڈول سے کتنا بڑا ڈول مراد ہے؟

جواب: جس کنویں پر جو ڈول پڑا رہتا ہے وہی معتبر ہے، اگر کنوئیں پر کوئی خاص ڈول نہ ہو تو درمیانی ڈول کا اعتبار ہوگا۔

مسئلہ: جس ڈول رسّی سے ناپاک کنوئیں کا پانی نکالا گیا ہے جب کنواں پاک ہو گیا تو وہ ڈول اور رسّی بھی پاک ہو جائیں گے۔
اسی طرح کنوئیں کی دیواریں اور اندر کی مٹی بھی پاک ہو جائے گی۔

صبح وشام دس مرتبہ درود شریف پڑھنے کی فضیلت

حدیثِ پاک میں آتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ:

جو مرد یا عورت صبح میں دس مرتبہ اور شام کو دس مرتبہ درود شریف پڑھنے کی عادت بنالیوے تو قیامت کے دن اس کو حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔ اور جس کو بھی حضور ﷺ کی شفاعت ملے گی اس کا کام بن جائے گا، اس کے لیے جنت کا داخلہ آسان ہوجائے گا؛ اس لیے صبح شام کی درود کی تسبیح کے علاوہ روزانہ صبح میں دس مرتبہ اور شام کو دس مرتبہ اس حدیث پر عمل کی نیت سے درودِ پاک کی عادت بنا لو، اللہ تعالیٰ آپ کو مجھے اور پوری امت کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی برکت سے قیامت کے دن حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی شفاعت کی دولت سے ہمیں مالا مال فرما دیوے، آمین۔ (از خطباتِ محمود ج:۹، ص:۳۲)

تیسرا باب

سیرت پاک

مکی زندگی کے آخری تین سال اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدنی زندگی

مدینہ کے دو قبیلے: اوس اور خزرج

مدینہ منورہ مکہ معظّمہ سے اتر (شمال) کی طرف ایک شہر ہے، اسلام سے پہلے اس شہر کا نام ''یَثْرِبْ'' تھا۔ یہاں کے رہنے والے مکہ والوں کی طرح مشرک اور بت پرست تھے، ان کے دو قبیلے تھے: اوس اور خزرج، یہ پرانے زمانے میں یمن میں رہا کرتے تھے؛ لیکن ان کے دادا پر دادا یہاں آ کر آباد ہو گئے، یہ لوگ مدینہ طیبہ میں کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔

مدینہ کے آس پاس یہودیوں کے بڑے بڑے قبیلے بھی تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کہلاتے تھے اور تورات کو آسمانی کتاب مانتے تھے، ان میں تین قبیلے زیادہ مشہور اور زیادہ نامور تھے:

① بَنُو نَظِیر ② بَنُو قُرَیظَہ ③ بَنُو قَینُقاع۔

یہ تینوں قبیلے مدینہ منورہ کے آس پاس آباد تھے، یہود کو تورات اور انجیل سے ایک پیغمبر کے آنے کی خبر معلوم ہو چکی تھی، اکثر ان کی محفلوں میں اس کا چرچا رہتا تھا اور یہی گفتگو رہتی تھی کہ وہ نبی کب پیدا ہوں گے اور کہاں پیدا ہوں گے؟

اوس اور خزرج کئی مرتبہ اس کا تذکرہ سن چکے تھے، ایک بار رجب کے مہینے میں اوس اور خزرج کے کچھ لوگ مکہ معظّمہ آئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم موقع پا کر منیٰ کے قریب ایک گھاٹی (عَقَبہ) میں ان سے ملے اور ان کو اللہ کا

کلام پڑھ کر سنایا اور دینِ حق کی دعوت دی۔

یہ اکثر سنتے ہی رہتے تھے کہ ایک نبی عنقریب ظاہر ہونے والے ہیں، بس اس کلام کو سنتے ہی انھوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور کہا: یقیناً یہ وہی نبی ہیں جن کی خبر ہم مدتوں سے سن رہے ہیں، تو اس ڈر سے کہ ایسا نہ ہو کہ یہود اسلام میں ہم سے آگے بڑھ جائیں فوراً ایمان لے آئے، یہ کُل چھ آدمی تھے۔

یہ حضرات نہ صرف مسلمان؛ بلکہ مبلغِ اسلام بن کر مدینہ منورہ پہنچے اور اسلام کی تبلیغ شروع کر دی، اگلے سال جب حج کے لیے آئے تو اپنے ساتھ بارہ آدمیوں کو اور لائے جن کے دلوں میں اسلام آ چکا تھا۔

عقبہ میں پہلی بیعت

چنانچہ دوسرے سال حج کے موقع پر عقبہ یعنی گھاٹی میں مدینہ طیبہ سے بارہ آدمی آ کر مسلمان ہوئے اور عہد کیا کہ:

کسی کو اللہ کا شریک نہیں مانیں گے۔

چوری، زنا، اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے۔

کسی پر بہتان نہیں باندھیں گے۔

ہر حالت میں اللہ اور رسول کے احکام پر عمل کرتے رہیں گے۔

اللہ اور رسول اور دین کے بارے میں نہ کسی سے ڈریں گے اور نہ

کسی کی لعنت وملامت کی پرواہ کریں گے۔

اِس کو بیعتِ عقبۂ اولیٰ کہا جاتا ہے۔

ان حضرات نے یہ بھی درخواست کی کہ ہمارے ساتھ کسی سکھانے والے کو بھیج دیں جو ہم کو اسلام کے اصول بتائے اور اس کے ارکان سکھلائے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی خواہش پر حضرت مصعب بن عُمَیر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے مدینہ پہنچ کر اسلام پھیلانے کی بڑی کوشش کی، گھر گھر پھر کر تبلیغ کی اور بہت نرمی اور محبت سے لوگوں کو سمجھایا، چنانچہ ان کی تعلیم سے مدینہ منورہ کے بہت سے گھرانے اسلام کے نور سے منور ہو گئے اور اسلام گھر گھر پھیل گیا۔

عقبہ میں دوسری بیعت

مدینہ منورہ میں ایک سال تک تعلیم وتربیت اور تبلیغ کے بعد جب حج کے موقع پر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مکہ معظّمہ پہنچے تو ان کے ساتھ بہتّر (۷۲) یا تہتّر (۷۳) مرد اور دو (۲) عورتیں بھی تھیں، یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئے تھے۔

یہ لوگ اپنے گھروں سے چھپ چھپ کر روانہ ہوئے تھے، مکہ معظّمہ پہنچ کر بھی پوشیدہ طور سے الگ الگ ٹھہرے رہے۔

جب حج سے فارغ ہوئے تو ایک گھاٹی میں جو پہلے سے طے کرلی تھی یہ سب جمع ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔ان سب مردوں اور عورتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی، اس کو بیعتِ عقبۂ ثانیہ کہا جاتا ہے۔

مدینہ چلنے کی درخواست

اس مرتبہ بہتّر (۷۲) مرد اور دو (۲) عورتیں اسلام میں داخل ہوئیں تو ان حضرات نے یہ بھی درخواست کی کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے چلیں اور وہاں قیام فرمائیں۔

اس بیعت کے وقت چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چند سال بڑے تھے، ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے؛ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت محبت کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جان قربان کرتے تھے، اسی ہمدردی کی وجہ سے اُس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے کہ بیعت اور معاہدہ کرنے والوں کو بھی جانچیں اور پرکھیں۔

چنانچہ مدینہ کے ان حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدینہ چلنے کی درخواست کی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور فرمایا: سوچو! تم کیا کہہ رہے ہو؟ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے جانا کوئی معمولی بات نہیں ہے؛ بلکہ قریش کا

مقابلہ کرنا ہے اور قریش کے ساتھ سارا عرب ہے، آپ ﷺ کی حمایت سارے عرب کی مخالفت اور دشمنی ہے، کیا تم سب یہ برداشت کر سکو گے؟

دیکھو! محمد ﷺ اپنے خاندان میں بہت معزز ہیں، ہم ہمیشہ دشمنوں کے مقابلے میں ان کا ساتھ دیتے رہے اور ان کی مدد کرتے رہے اور ہم ابھی بھی تھکے نہیں ہیں، ہم محمد ﷺ کو عزت سے رکھیں گے، اگر تم اس کا وعدہ کرو کہ ہم مرتے دم تک ان کا ساتھ دیں گے تو بہتر ہے؛ ورنہ یہ ارادہ ہی مت کرو۔

مدینہ کے حضرات اٹھے اور کہا:

جس طرح ہم اپنے بچوں اور عورتوں کی حفاظت کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ ہم رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کریں گے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کے جواب سے مطمئن ہو گئے۔

مدینہ والوں میں سے ایک شخص کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ:

یا رسول اللہ! یہودیوں سے ہمارے تعلقات ہیں، یہ تعلقات بہت ممکن ہے ٹوٹ جائیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ جب اللہ پاک آپ کو کامیاب فرمادے تو آپ ہمیں چھوڑ کر واپس اپنے وطن چلے آئیں! پھر تو ہم کسی طرف کے نہ رہیں گے!۔

آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! ہر گز نہیں! میری موت اور زندگی

تمھارے ساتھ ہے، میں تمھارا ہوں، تم میرے ہو، جس سے تمھاری جنگ اس سے میری جنگ اور جس سے تم صلح کرو اس سے میں بھی صلح کروں گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے میں سے بارہ شخص کو منتخب کرو جو اپنی اپنی برادری میں کام کریں گے اور وہ اس برادری کے نمائندے ہوں گے۔ چنانچہ قبیلۂ خزرج کے نو (۹) اور قبیلۂ اوس کے تین (۳) نمائندے طے کیے گئے جن کا خطاب ''نقیب'' تجویز کیا گیا۔

آپ ﷺ نے انھیں باتوں پر ان سے عہد لیا جن پر ''بیعتِ عقبہ اولیٰ'' کے وقت عہد لیا گیا تھا؛ البتہ ایک شرط یہ بھی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت میں اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔

انھوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ: یارسول اللہ! ہم کو اس کے بدلے میں کیا ملے گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی جنت۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ہجرت کی اجازت

مدینہ منورہ میں اسلام کو حفاظت مل گئی تو آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اجازت دی کہ مکہ سے ہجرت کر جائیں۔

قریش کو معلوم ہوا تو انھوں نے روک ٹوک شروع کی؛ لیکن چوری چھپے لوگ ہجرت کرنے لگے، آہستہ آہستہ سب ہی چلے گئے، صرف آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ رہ گئے یا وہ رہ گئے جو غریبی سے مجبور تھے، وہ کافی وقت تک نہیں جا سکے۔

سوالات

① بیعتِ عقبۂ اُولیٰ میں کتنے افراد مدینہ سے آئے تھے؟
② آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کس بات پر عہد لیا؟
③ بیعتِ عقبۂ اولی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس صحابی کو تعلیم و تبلیغ کے لیے مدینہ بھیجا تھا؟
④ بیعتِ عقبۂ ثانیہ میں کتنے حضرات نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی؟
⑤ مدینہ میں کتنے نقیب مقرر کیے گئے؟
⑥ نقیب میں خزرج کے کتنے آدمی تھے؟ اور اوس کے کتنے؟
⑦ مدینہ منورہ کا پہلا نام کیا تھا؟
⑧ مدینہ میں یہود کے مشہور قبیلوں کے نام بتاؤ؟

قریش کا منصوبہ (پلان)

قریش پریشان ہوئے کہ ان کی تمام کوششیں بیکار ہوگئیں، جس اسلام کو ختم کرنے کے لیے طرح طرح کے ظلم ایجاد کیے تھے، وہ اسلام گھٹنے کے بجائے بڑھ رہا ہے اور جن مسلمانوں کو بارہ سال تک دبایا تھا وہ راستے کی ساری رکاوٹوں کو پھاندتے ہوئے ایک ایک کرکے مدینہ پہنچ چکے ہیں۔

قریش یہ بھی جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ہجرت کرنے والے ہیں اور مسلمانوں کے چلے جانے سے پہلے ہی سے فکرمند تھے، اب تو یہ ڈر پیدا ہوگیا کہ اگر مدینہ میں اسلام جڑ پکڑ گیا اور مضبوط ہوگیا تو بڑی مشکل ہوگی، یہ تو قوت پاکر ہم کو فنا کردیں گے، پھر ہم سے کچھ نہیں بنے گا، اس کی روک تھام ابھی سے ہونی چاہیے، یہ خیال کرکے سب لوگ دار الندوہ (مشورہ کے گھر) میں جمع ہوگئے۔

قریش کے تمام چھوٹے بڑے سردار اور چودھریوں کا عام اجتماع ہوا، ابلیس بھی نَجد کے ایک بوڑھے شخص کی شکل میں حاضر ہوا اور اس اجتماع میں شرکت کی، لوگوں نے مختلف رائیں پیش کیں۔

ایک نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے ہاتھ پاؤں میں زنجیر ڈال کر مکان میں بند کردیا جائے۔

دوسرے نے کہا کہ: اونٹ پر بٹھا کر ملک سے باہر کر دیا جائے۔

ابوجہل نے کہا کہ: ہر قبیلے سے ایک ایک آدمی لیا جائے اور پورا مجمع ایک ساتھ مل کر تلواروں سے ان کو قتل کر دے، اس صورت میں تمام قبیلے ان کے خون کے ذمے دار ہوں گے اور اکیلا خاندانِ ہاشم سب قبیلوں کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔

ابوجہل کی رائے پر سب کا اتفاق ہو گیا اور ایسے آدمی مقرر کر دیے گئے جو یہ کام انجام دے سکتے تھے۔

ہجرت کا ارادہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تیاریاں

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے ہی سے ہجرت کا ارادہ کر چکے تھے، صرف خدا کے حکم کے منتظر تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس لیے رُکے ہوئے تھے کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرتے ہوئے ساتھ چلیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چار ماہ سے اونٹنیاں ببول کے پتے کھلا کھلا کر ہجرت کے لیے تیار کی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفارِ مکہ کے اس ناپاک ارادے کی خبر کر دی اور ہجرت کا حکم فرما دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح و شام حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے یہاں تشریف لے جاتے تھے؛ لیکن آج ٹھیک دوپہر کے وقت سخت دھوپ میں اپنے مکان

سے نکلے، سر اور چہرۂ مبارک کو چادر سے چھپا لیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے یہاں پہونچے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھبرا اُٹھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اندر لے گئے اور دریافت کیا کہ: یارسول اللہ! آپ اِس وقت کیسے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ہجرت کی اجازت ہوگئی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بڑی بے چینی سے پوچھا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! کیا مجھ کو ساتھ چلنے کی اجازت ہوگی؟ ارشاد ہوا: ضرور۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پہلے ہی سے میں تمام انتظام کر چکا ہوں، دو اونٹنیاں چار ماہ سے تیار کر رکھی ہیں، ایک شخص سے معاملہ طے ہو گیا ہے جو راستہ بتانے کے لیے ساتھ چلے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک اونٹنی کی قیمت لینی ہوگی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو ہدیہ میں اونٹنی دینا چاہتے تھے؛ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی قیمت طے کر لی، اس کے بعد سوار ہونے کی منظوری دی۔

مکہ معظّمہ سے روانگی اور غارِ ثور میں قیام

رات ہوئی تو قریش کے نوجوان تلوار اور خنجر ہاتھ میں لیے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر پر آ پہنچے اور گھر کو اس امید پر گھیرے ہوئے تھے کہ صبح جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لیے باہر تشریف لائیں گے تو ہم حملہ کر دیں گے۔

مکہ والے آپ ﷺ کے بہت مخالف تھے؛لیکن آپ ﷺ کی امانت اور دیانت داری پر پورا بھروسہ تھا، چنانچہ مکہ والوں کی بہت سی امانتیں اب بھی آپ کے پاس موجود تھیں،حضور ﷺ نے ساری امانتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کوسونپ دیں اورفرمایا: آج تم میرے بستر پرسوجاؤ،صبح یہ امانتیں لوگوں کودے کرتم بھی مدینہ چلے آنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پرسوئے اور آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور گھر کے آدمیوں کو اللہ کے حوالے کیا اور سورۂ یٰسین کی آیتیں پڑھتے ہوئے باہرتشریف لائے،اللہ پاک نے کافروں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کونہیں دیکھ سکے اورصبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پرحضرت علی رضی اللہ عنہ کودیکھ کرحیران ہوگئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مکان تشریف لے گئے،صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہلے ہی سے منتظر تھے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچتے ہی مکان سے روانہ ہوگئے اور چار پانچ میل کے فاصلے پر جبلِ ثور کے ایک غار میں جا کر چھپ گئے۔

غار میں داخل ہونے سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ! آپ پر جان قربان! تھوڑی دیر ٹھہر جایئے،میں صاف کرلوں،حضرت صدیق رضی اللہ عنہ غار کے اندر داخل ہوئے،کوڑا کرکٹ صاف

کیا، غار میں چند سوراخ تھے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک چادر پھاڑ کر سوراخ بند کیے، ایک پھر بھی رہ گیا، اس پر اپنا انگوٹھا رکھ لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اندر تشریف لائیے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آقا کو لٹا دیا اور سر مبارک زانو پر رکھ لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمانے لگے، سوراخ کے اندر سے کسی چیز نے اس زور سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے انگوٹھے میں کاٹا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بِلْبِلا اٹھے؛ مگر سر مبارک زانو پر تھا، ہلنا خلافِ ادب تھا؛ اس لیے تکلیف برداشت کرتے رہے؛ لیکن بدن میں حرکت نہیں ہونے دی۔

تھوڑی دیر بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آرام سے اُٹھے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا چہرہ اُترا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وجہ پوچھی اور جب معلوم ہوا کہ کسی چیز نے کاٹ لیا ہے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعابِ دہن لگا دیا، فوراً راحت ہوگئی اور ساری تکلیف ختم ہوگئی۔

قدرت کا عجیب وغریب کارنامہ یہ تھا کہ صبح سویرے مکڑیوں نے غار کے منہ پر جالے تن دیے اور ایک کبوتر نے وہیں گھونسلہ بنالیا، اب کسی کو بھی شک نہیں ہوسکتا تھا کہ اس غار میں کوئی آرام کررہا ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش

وہ نوجوان جو قتل کے ارادے سے آئے تھے صبح ہوئی تو وہاں

دیکھا کہ چارپائی پر حضرت علی رضی اللہ عنہ آرام فرما رہے تھے اور جن کی تلاش تھی اُن کا پتہ نہ تھا، کافروں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہت گستاخیاں بھی کیں اور ان کو کھینچتے ہوئے حرم تک لے گئے، وہاں ان کو بند کر دیا؛ لیکن بے کار تھا؛ اس لیے تھوڑی دیر بعد چھوڑ دیا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش شروع کی۔

ابوجہل کچھ ساتھیوں کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحب زادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سامنے آئیں، ان سے پوچھا: تمھارا باپ کہاں ہے؟

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: مجھے خبر نہیں۔

ابوجہل نے ایسا زور سے طمانچہ مارا کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے کان کی بالی نیچے گر گئی۔

پھر شہر کے اندر اور باہر سب جگہ تلاش شروع ہوئی، کچھ لوگ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار کے اتنے قریب پہنچ گئے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ان کے پاؤں نظر آرہے تھے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان! یہ لوگ پہنچ گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت اطمینان سے فرمایا: گھبراؤ نہیں! اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں۔

کبوتر کے گھونسلے اور مکڑیوں کے جالوں نے اس وقت کام کیا۔
ان کافروں نے جب گھونسلا اور جالے دیکھے تو یہ سمجھ کر کہ یہاں کوئی نہیں ہوگا واپس ہو گئے، اور اس طرف آنے والوں کو بھی روک دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھرانے کی خدمات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ رات کو غار میں ساتھ سوتے اور صبح ہونے سے پہلے واپس مکہ چلے جاتے اور پتہ لگاتے کہ قریش کیا مشورے کر رہے ہیں، جو کچھ خبر ملتی رات کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے۔

آپ کی صاحب زادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا رات کو کھانا پہنچاتیں، مدینہ طیبہ کے لمبے سفر کے لیے ناشتہ تیار کر کے چمڑے کے ٹیفن (برتن) میں بھر دیا اور نِطاق۔ یعنی ایک کپڑا جس کو عورتیں کمر سے لپیٹتی تھیں۔ پھاڑ کر اُس سے ٹیفن کا منہ باندھا، یہ وہ شرف تھا جس کی بنا پر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو "ذاتُ النِّطاقَیْن" یعنی دو نطاق والی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام "عامر بن فُہیرہ" کچھ رات گئے بکریاں چرا کر لاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اُن کا دودھ پی لیتے، صبح سویرے پاؤں کے نشانوں کو مٹاتے ہوئے بکریوں کو چرانے کے لیے لے جاتے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ زندہ تھے، ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، آنکھوں کی بینائی جاتی رہی تھی، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روانگی کی خبر پختہ ہوگئی تو ابوقحافہ مکان میں آئے اور فرمانے لگے: لڑکیو! ابوبکر تو چلا گیا، بتاؤ کچھ تمھیں خرچ کے لیے بھی دے گیا ہے؟

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فوراً بولیں: دادا جان! خدا کا فضل ہے ہمارے پاس بہت کچھ ہے۔ ابوقحافہ نے کہا: دکھاؤ کہاں ہے؟

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کچھ ٹھیکریاں کپڑے میں باندھ کر گڑھے میں دبا دی تھیں، دادا میاں کا ہاتھ پکڑا، گڑھے کے پاس لے گئیں اور کہا: دیکھو! یہ ہیں، کپڑے میں لپٹے ہوئے ہم نے زمین میں دبا رکھے ہیں۔

دادا میاں مطمئن ہوگئے؛ مگر گھر والوں کا اطمینان اللہ کی ذات پر تھا؛ کیوں کہ پانچ چھ ہزار کا جو کچھ سامان تھا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ساتھ لے گئے تھے اور بال بچوں کو اللہ کے بھروسے پر چھوڑ گئے تھے۔

غارِ ثور سے روانگی

غارِ ثور میں تین دن گزر گئے، چوتھے روز صبح سویرے دو اونٹنیاں پہونچیں، ایک پر سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سوار ہوئے اور دوسری پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ اور وہ شخص جس کو راستہ بتانے کے لیے پیسے سے مقرر کیا تھا سوار ہوئے۔

یہ چھوٹا سا قافلہ مدینہ کی طرف روانہ ہوا، ایک دن اور ایک رات برابر یہ قافلہ چلتا رہا اور دوسرے دن دوپہر کو ایک چٹان کے پاس پہنچ کر آرام کیا اور تھوڑا دَم لے کر پھر آگے بڑھے۔

قریش نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو یا ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو پکڑ لائے گا اس کو سو (۱۰۰) اونٹ انعام ملے گا۔ یہ سن کر سُراقہ نامی شخص کے منہ میں پانی بھر آیا، وہ انعام کی لالچ میں گھر سے نکلا اور ٹھیک اس وقت چٹان کے پاس پہنچا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے روانہ ہو رہے تھے، سراقہ نے دور ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا اور چاہا کہ جلد نزدیک پہنچ کر گرفتار کر لے؛ لیکن عین وقت پر اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ گر پڑا۔

پھر اس نے عرب کے دستور کے مطابق فال نکالی، فال بھی ٹھیک نہ نکلی؛ مگر پھر بھی وہ نہ رُکا، پھر گھوڑا دوڑایا، اِس مرتبہ گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے، اب تو وہ بہت گھبرایا اور سمجھ گیا کہ یہ معاملہ اس کے بس کا نہیں ہے، بس حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فریاد کی کہ: امان دیجیے! آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی درخواست قبول فرمائی۔

اس نے درخواست کی کہ مجھ کو امن کی تحریر لکھ دیجیے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ نے چمڑے کے ٹکڑے پر

امن کا پروانہ لکھ دیا، سراقہ واپس ہوئے تو راستے میں ملنے والوں سے بھی کہہ دیا کہ: اس طرف کوئی نہیں ہے، میں دور تک دیکھ آیا ہوں۔

سوالات

١ ہجرت کی رات مکہ والوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قتل کرنے کے لیے کیا منصوبہ بنایا؟

٢ ہجرت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا فرمایا؟

٣ جبلِ ثور مکہ سے کتنے فاصلے پر ہے؟

٤ وہ عجیب باتیں بیان کرو جو غارِ ثور کے قیام کے دوران پیش آئیں؟

٥ غارِ ثور میں کتنے روز قیام فرمایا؟

٦ مکہ کی خبریں غار میں کون پہنچاتا تھا؟

٧ غارِ ثور سے کتنے آدمیوں کا قافلہ مدینہ کی طرف روانہ ہوا؟

٨ قافلہ میں کتنی اونٹنیاں تھیں؟ کون کس پر سوار تھا؟

٩ کفار جس جگہ مشورہ کے لیے جمع ہوتے تھے اس کا نام کیا تھا؟

١٠ کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پکڑ کر لانے پر کیا انعام رکھا تھا؟

مدینہ میں حضور ﷺ کی آمد

مدینہ طیبہ کے لوگوں کو آپ ﷺ کی تشریف آوری کی اطلاع ہوچکی تھی، ان کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی، بچے خوشی اور مسرت میں گلی گلی کہتے پھر رہے تھے کہ: ہمارے نبی آرہے ہیں، بچیاں اپنے بالاخانوں اور چھتوں پر بیٹھ کر حضور ﷺ کے آنے کی خوشی میں ترانے گاتی تھیں، نوجوان لڑکے اور بڑے بوڑھے شہر سے باہر نکل کر دن چڑھے تک آپ ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار کرتے تھے۔

ایک دن وہ انتظار کرکے واپس ہورہے تھے کہ ایک یہودی جو اپنے کسی کام سے اپنے قلعہ کی اونچی دیوار پر چڑھا تھا، اس کی نظر آپ ﷺ پر پڑ گئی اور وہ پکار اٹھا: اے پلٹنے والو! جن کا تم کو انتظار تھا وہ آگئے۔

بس پھر کیا تھا! اس آواز کے سنتے ہی سارے شہر میں ہل چل مچ گئی، پورا شہر تکبیر کے نعروں سے گونج اُٹھا اور تمام مسلمان استقبال کے لیے نکل آئے، یہ نبوت کا تیرھواں (۱۳) سال تھا۔

قُبا کی پہلی خوش نصیبی

مدینہ طیبہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی ہے جس کا نام قبا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے یہاں پر قیام فرمایا، یہاں مسلمانوں کے کئی گھرانے آباد تھے، کلثوم بن ہِدْم ان کے سردار تھے،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم انھیں کے گھر مہمان ہوئے، اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آچکے تھے، وہ بھی ان کے مہمان ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ایک چھوٹی سی مسجد بنوائی جس کا نام مسجدِ قبا تھا، چودہ (۱۴) روز یہاں قیام فرما کر جمعہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہوئے، راستے میں بنی سالم کے محلے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کی نماز پڑھی اور نماز سے پہلے مؤثر خطبہ دیا۔

مدینہ طیبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال

نماز سے فراغت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھے، جب لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کی خبر ملی تو خوشی میں سب کے سب باہر نکل آئے اور سڑک کے دونوں کناروں پر استقبال کے لیے صف بنا کر کھڑے ہو گئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس قبیلے کے پاس سے گذرتے تھے وہ عرض کرتا تھا: اے اللہ کے رسول! میری جان، میرا مال، میرا گھر آپ کے لیے حاضر ہے!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب کے خلوص اور محبت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اور دعا دیتے ہوئے آگے بڑھ جاتے تھے۔

بہر حال! جوش کی یہ حالت تھی کہ راستے میں دونوں طرف جاں نثاروں کی صفیں تھیں، چھتوں پر عورتوں کی بھیڑ تھی، بچے خوشی کے مارے پھولے نہیں سمارہے تھے اور لڑکیاں خوشی کے ترانے گا رہی تھیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا	مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا	مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ

جو محلہ راستے میں پڑتا محلے والے چاہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہیں قیام فرمائیں اور ہر ایک کی آرزو تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے مہمان ہوں، ہر ایک اونٹنی کی لگام تھام کر اپنے گھر اتارنا چاہتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سب کی خواہش اور تمنا پر نظر فرما کر فرمایا کہ: اس اونٹنی کو چھوڑ دو! جہاں اللہ کا حکم ہوگا اپنے آپ ٹھہر جائے گی۔

مسجدِ نبوی کے بالکل قریب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رشتے دار اور بنونجّار کے خاندان سے تھے، اللہ کا حکم تھا، اونٹنی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر آکر ہی رُکی، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی خوشی کا کیا پوچھنا! جلدی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے گھر میں اتارا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آرام وراحت کا پورا سامان تیار کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہاں سات مہینے قیام فرمایا۔

مدینہ طیبہ والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور دیگر مسلمانوں کا بڑا خیال کیا، جان و مال سے ان کی مدد کی، اپنا گھر بار سب دیا؛ اسی لیے ان کا لقب ''انصار'' ہوگیا؛ یعنی مدد کرنے والے لوگ۔

اور ''مہاجر'' کے معنی ہے ''وطن چھوڑنے والا''؛ چوں کہ مکہ کے لوگ اپنا وطنِ عزیز چھوڑ کر مدینہ آکر بس گئے تھے؛ اس لیے ان کو

مہاجرین کا لقب ملا۔

انصار نے ان مہاجرین کو اپنے گھر میں اتارا اور ان کو اپنی جائیداد، کھیتی باڑی اور اپنے ہر کام میں شریک کیا، یہاں آ کر مسلمانوں کو آرام ملا، اور انھوں نے اطمینان کی سانس لی۔

مسجدِ نبوی کی تعمیر

مدینہ طیبہ میں اب تک کوئی مسجد نہیں بنی تھی، جہاں آپ کا قیام تھا اس سے ملی ہوئی دو یتیم بچوں کی زمین تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو مسجد کے لیے پسند کیا، ان یتیم بچوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بغیر قیمت کے (مفت) پیش کرنا چاہا؛ مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مفت قبول نہیں فرمایا، اور اس کی پوری قیمت ادا کی۔

مسجد کی تعمیر شروع ہوگئی، بنانے والے کون تھے؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے جاں نثار صحابہ!

مسجد کیسی بنی؟ کچی دیوار اور کھجور کے تنے اور پتوں کی چھت!

یہ ہمارے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد تھی، جس کے نمازی خود ہی مزدوروں کی طرح کام کر رہے تھے۔

جب مدینہ طیبہ میں آ کر اطمینان نصیب ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی مسجد کے قریب کچھ حجرے بنوائے، پھر ایک صحابی کو بھیج کر اہلِ بیت؛ یعنی

اپنے بیوی بچوں کو مدینہ بلوایا، ایک حجرے میں آپ ﷺ کی صاحب زادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کی زوجہ ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے قیام فرمایا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بھی اپنی والدہ ماجدہ اور بہنوں کے ساتھ مدینہ آ گئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور ﷺ کے ساتھ مکہ معظّمہ میں ہو چکا تھا، یہاں آ کر رخصتی ہوئی، اور وہ میکے سے رخصت ہو کر آپ ﷺ کے گھر پہنچیں۔

اب اللہ کی مہربانی سے مسلمانوں کو آرام ملا اور وہ امن و عافیت کے ساتھ رہنے لگے۔

سوالات

① قبا کہاں واقع ہے؟ آپ ﷺ نے وہاں کتنے دن قیام فرمایا؟
② مدینہ والوں نے آپ ﷺ کا کس طرح استقبال کیا؟
③ آپ ﷺ نے مدینہ میں کہاں قیام فرمایا؟ اور کتنی مدت قیام فرمایا؟
④ مسجدِ نبوی کی تعمیر کس نے کی؟
⑤ جہاں مسجد کی تعمیر ہوئی وہ جگہ کس کی تھی؟
⑥ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کہاں ہوا؟ اور رخصتی کہاں ہوئی؟

مُواخات: یعنی بھائی چارہ

جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے تو ان کے رہن سہن اور روزگار کا مسئلہ بہت مشکل تھا، یہ حضرات اپنا گھر بار اور اپنا تجارتی کاروبار، اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر خالی ہاتھ نکل پڑے تھے، مدینہ طیبہ اتنا بڑا شہر نہیں تھا کہ سینکڑوں آدمی محنت مزدوری میں کھپ سکیں، وہاں کوئی کارخانہ بھی نہیں تھا؛ بلکہ صرف کھیتی باڑی تھی اور مہاجرین کھیتی باڑ کو جانتے بھی نہیں تھے، انصار اپنے ہاتھ سے کھیتی کرتے تھے۔

رہنے کا معاملہ بھی ایسا ہی مشکل تھا، نہ کوئی بڑا مسافر خانہ کہ جس میں یہ حضرات ٹھہر سکیں، نہ خالی مکان تھے جن کو کرایہ پر لے سکیں۔

مہاجرین محنت کر کے گذارہ چاہتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس مشکل کو اس طرح آسان فرمادیا کہ انصار اور مہاجرین میں بھائی چارہ قائم کردیا۔ جب مسجد کی تعمیر ختم کے قریب پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سب کو جمع کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انصار سے فرمایا: یہ مہاجرین تمھارے بھائی ہیں۔ پھر ایک ایک مہاجر اور ایک ایک انصار کو بلا کر فرماتے گئے کہ: یہ اور تم بھائی بھائی ہو۔

مدینہ طیبہ کے مسلمان اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت میں ایسے پکے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہر ارشاد اور حکم کو فوراً دل و جان سے قبول

کر لیتے تھے۔

انھیں جب دین سے محبت تھی تو دینی بھائیوں سے محبت ہونی لازمی تھی، اس وجہ سے انھوں نے اس محبت اور بھائی چارہ کو خوب نبھایا، ہر انصاری نے اپنے مہاجر بھائی کو حقیقی بھائی سمجھا، اپنے آدھے مال اور گھر کا شریک بنایا اور پھر نسل در نسل یہ محبت قائم رہی۔

لیکن جس طرح انصار نے پوری خوشی کے ساتھ یہ قربانی پیش کی کہ مہاجرین کو اپنا شریک بنالیا ایسے ہی مہاجرین نے بھی پوری ہمت اور خوداعتمادی سے کام لیا، انھوں نے یہ کوشش کی کہ اپنا بوجھ خود اٹھائیں اور انصاری بھائیوں پر کم سے کم بوجھ ڈالیں۔

انصار کے ایثار اور مہاجرین کی خوداعتمادی کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ۔ جو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بھائی قرار پائے تھے۔ ان کی دو بیویاں تھیں، انھوں اپنے مہاجر بھائی حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: ایک کو میں آزاد کرتا ہوں، عدّت گزرنے پر آپ اس سے نکاح کر لیجیے۔

لیکن مہاجر بھائی حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کا مال بھی مبارک کرے اور آپ کی بیویاں بھی آپ کو مبارک ہوں، مجھے تو بازار کا راستہ بتا دیجیے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کچھ پنیر، کچھ گھی خریدا اور شام تک خرید وفروخت کی، گذر کے قابل نفع کمایا اور کچھ بچا بھی لیا، نتیجہ یہ ہوا کہ چند روز میں اللہ تعالیٰ نے ان کو دولت مند کر دیا۔

یہودیوں اور مسلمانوں میں صلح

مدینہ طیبہ میں یہودیوں کی بڑی آبادی تھی، یہ ملکِ حجاز کے بڑے تاجر تھے، قبیلۂ اوس اور خزرج میں ہمیشہ لڑائی رہتی تھی، وہ اپنی روز روز کی لڑائی سے تھک گئے تھے، چاہتے تھے کہ کسی کو اپنا بادشاہ بنالیں؛ تاکہ روز کے جھگڑے مٹیں، بس انھوں نے عبداللہ بن اُبَیّ کو بادشاہت کے لیے پسند کیا، یہودیوں کا معاملہ یہ تھا کہ کچھ قبیلۂ اوس کا ساتھ دیتے اور کچھ خزرج کا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو شہر کی بدامنی اور بے اطمینانی کو دیکھ کر یہ ارادہ کیا کہ مسلمان اور یہودیوں کے درمیان ایسا عہد قائم کر دیں کہ باہر سے کوئی حملہ ہو تو یہ سب ایک دوسرے کے مددگار رہوں؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حکمتِ عملی اور دور اندیشی سے ایسی شرطوں پر یہودیوں سے صلح کی کہ ان کے مذہبی حقوق بھی پامال نہ ہوں اور مسلمان بھی آزادی سے رہیں۔

یہودیوں نے صلح تو کر لی؛ لیکن اسلام کی طاقت روز بروز بڑھتی دیکھ کر دل ہی دل میں جلنے لگے، خاص کر کے عبداللہ بن اُبی بہت جلتا تھا،

اس کو یہ جلن تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ آتے تو میں مدینہ کا بادشاہ ہوتا۔

بہر حال! یہود زبان سے کچھ نہیں کہتے تھے؛ لیکن فساد کی آگ بھڑک رہی تھی، یہی نفاق کی جڑ تھی، یہی لوگ منافق تھے۔

جنگ کا سلسلہ

مسلمان جب مکہ سے مدینہ چلے آئے تو کافروں نے ان کے گھروں اور جائدادوں پر اپنا قبضہ کرلیا اور ان کی عورتوں اور بچوں پر پہرہ بٹھادیا کہ یہ لوگ مدینہ نہ جاسکیں، پھر اسی پر بس نہ کیا؛ بلکہ مدینہ کے یہودیوں اور منافقوں سے خط وکتابت شروع کردی، ان کو دھمکی دی کہ تم نے ہمارے دشمنوں کو اپنے شہر میں جگہ دی ہے، بہتر یہی ہے کہ تم ان کو اپنے شہر سے نکال دو؛ ورنہ تمھارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔

مکہ کے کافر لڑائی کے عادی تھے، لڑائی کو بائیں ہاتھ کا کھیل سمجھتے تھے، اب ان کا ظلم اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ مسلمانوں کو جواب دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا، مثلاً کمزور مسلمانوں کو مدینہ نہ جانے دینا اور ان پر پہرہ بٹھادینا اور حد یہ کہ کعبہ کا طواف، حج اور عمرہ۔ جو سارے عرب کے لیے کھلا تھا۔ مسلمانوں پر بند کردیا گیا۔ ایک واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ مکہ کا ایک رئیس کُرز بن جابر فِہری نے مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کے جانور چَرانے کی جگہ پر حملہ کیا اور مسلمانوں کے اونٹ لے بھاگا۔

یہ باتیں ایسی نہ تھیں کہ برداشت کر لی جائیں تو حضور ﷺ نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ وہ اپنی جان و مال کی حفاظت کے لیے ہوشیار ہو جائیں؛ چنانچہ آپ ﷺ نے مکہ کے کافروں کے ساتھ مقابلہ کا صاف حکم دے دیا۔

سن ہجری کا آغاز

رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے، ایک نیا زمانہ شروع ہوا؛ اس لیے اُس تاریخ سے ایک ''سن'' شروع کیا گیا، اس کو سن ہجری کہتے ہیں جو محرم الحرام سے شروع ہوتا ہے اور ذی الحجہ پر ختم ہوتا ہے۔

نوٹ اساتذہ اسلامی مہینوں کے نام ترتیب وار بچوں کو یاد کرائیں۔

اسلامی مہینوں کے نام یہ ہیں:

① مُحَرَّمُ الْحَرَامْ	② صَفَرُالْمُظَفَّرْ	③ رَبِیْعُ الْاَوَّلْ
④ رَبِیْعُ الثَّانِي	⑤ جُمَادِيُ الْاَوَّلْ	⑥ جُمَادِیُ الثَّانِي
⑦ رَجَبُ الْمُرَجَّبْ	⑧ شَعْبَانُ الْمُعَظَّمْ	⑨ رَمَضَانُ الْمُبَارَكْ
⑩ شَوَّالُ الْمُكَرَّمْ	⑪ ذُوْ الْقَعْدَةِ الْحَرَامْ	⑫ ذُوْ الْحِجَّةِ الْحَرَامْ

غَزْوَہ اور سَرِیَّہ

غزوہ؛ یعنی جنگ اور لڑائی؛ لیکن سیرتِ پاک میں غزوہ اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی شریک رہے ہوں۔

سَرِیَّہ؛ یعنی وہ جنگ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک نہ رہے ہوں؛ بلکہ کسی صحابی کو امیر بنا کر لشکر روانہ کیا ہو، اس کو سریہ کہتے ہیں۔

غزوات کی تعداد بائیس (۲۲) ہیں اور سرایا کی تعداد چوالیس (۴۴) ہیں؛ لیکن ان میں سے کچھ میں جنگ ہوئی، کچھ میں نہیں ہوئی۔

رمضان سنہ ۲ ھ، غزوۂ بدر

مدینہ سے تقریباً اسّی (۸۰) میل کے فاصلہ پر۔ جہاں سے ایک راستہ ملکِ شام کو جاتا ہے۔ ایک کنواں تھا جس کو "بدر" کہا جاتا تھا، اسی کے نام سے وہاں ایک گاؤں آباد تھا، یہ جنگ اسی جگہ پر ہوئی تھی؛ اس لیے اس کو جنگِ بدر کہا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر مدینہ کے یہودیوں اور دوسرے قبیلوں سے۔ جو آس پاس آباد تھے۔ معاہدہ کر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف مسلمانوں کے ذمے دار نہیں رہے؛ بلکہ مسلمانوں کی طرح ان تمام قبیلوں اور آبادیوں کے بھی ذمّے دار ہو گئے جن سے معاہدے کیے تھے، اب

آپ ﷺ پر لازم تھا کہ ان کی حفاظت کریں اور اگر کوئی خطرہ آنے والا ہو تو پہلے ہی سے اس کو دور کرنے کی تدبیر کریں۔

مکہ کا ایک تجارتی قافلہ ابوسفیان کی سرداری میں شام گیا تھا، مسلمانوں اور ان سے معاہدہ کرنے والوں کے لیے بہت بڑا خطرہ تھا؛ کیوں کہ اس کا مقصد یہ تھا کہ نفع زیادہ سے زیادہ ہو جس سے وہ مسلمانوں اور ان کے ساتھیوں کے خلاف لڑائی کی تیاری زیادہ سے زیادہ کر سکیں، اور ان کو کچل سکیں۔

ملکِ شام کے راستے میں پڑتا تھا اور یہی راستہ قریب تھا، جانے کے وقت اس قافلہ کی خبر مسلمانوں کو نہیں ہوئی؛ لیکن جب اس قافلے کے واپس ہونے کا وقت آیا تو آپ ﷺ نے اس کا راستہ روکنے کے لیے روانگی کا حکم دے دیا؛ چنانچہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جس حال میں تھے نکل کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کے ساتھ اس قافلے کی طرف روانہ ہو گئے۔

قافلہ کو "بدر" ہو کر جانا چاہیے تھا، آپ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ اسی طرف روانہ ہوئے؛ لیکن چالاک ابوسفیان تو راستہ بدل کر نکل گیا تھا اور اس نے اپنا ایک آدمی مکہ بھیج دیا اور مکہ والوں سے مدد طلب کی کہ اپنے تجارتی قافلہ کی مدد کریں۔

قافلہ کے پاس وہ سرمایہ تھا جو جنگ کے لیے جمع کیا تھا، اس کے

علاوہ اور بھی مکہ کے بڑے بڑے لوگوں کا تجارتی مال تھا؛اس لیے مکہ والے یہ خبر سنتے ہی بھڑک اُٹھے اور صرف تین دن میں ایک بڑا لشکر تیار کرلیا اور مکہ کے سب ہی بڑے بڑے سردار اس میں شریک ہوئے اور بڑے جوش وخروش اور شان کے ساتھ تقریباً ایک ہزار آدمیوں کا لشکر مسلمانوں کے مقابلے کے لیے روانہ ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بدر کے قریب پہنچے تو عجیب صورتِ حال سامنے آئی کہ ابوسفیان کا قافلہ تو نہیں تھا؛لیکن بڑا لشکر سامنے تھا جو ابوسفیان کی بھڑکا دینے والی خبر پر تیار ہوکر پورے جوش کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روانگی مدینہ سے جنگ کے ارادہ سے نہیں ہوئی تھی؛ اس لیے جنگ کے اوزار بھی نہیں لیے تھے جو ہاتھ لگ گیا تھا لے لیا تھا اور جو ساتھ ہوئے ان کی گنتی بھی تین سو تیرہ (۳۱۳) تھی، ہر ایک کے پاس پورے ہتھیار تو درکنار پورے کپڑے بھی نہیں تھے، دو یا تین گھوڑے اور ستّر (۷۰) اونٹ تھے جن پر باری باری سوار ہوتے تھے۔

بہر حال! بارہ یا سترہ رمضان المبارک ۲ھ کو مسلمانوں کی مُٹھی بھر جماعت قریش کے ایک ہزار بہادروں سے مقابلے کے لیے کھڑی ہوگئی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صف بندی فرما کر خیمہ میں تشریف لائے اور اللہ کے حضور سر سجدہ میں رکھ کر مسلمانوں کی جیت اور مدد کی دعا فرمائی، عرض کیا:

میرے اللہ: تیرے یہ بندے شہید ہو گئے تو اس روئے زمین پر کوئی تیرا نام لینے والا نہ رہ جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا اور مسلمانوں کے اخلاص اور محنت کی برکت سے بڑی شاندار کامیابی عطا فرمائی، قریش کے بڑے بڑے سردار اس لڑائی میں مارے گئے جو مسلمانوں کے سخت دشمن تھے، جیسے عُتْبَہ، شَیْبَہ، اَبُوجَہل، اُمَیَّہ بن خَلَف اور بہت سے گرفتار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے اور اس جنگ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کی مدد بھی آئی۔

قیدیوں کے ساتھ برتاؤ

اب ان قیدیوں کو قتل کر کے مسلمان اپنی تکالیف کا پورا پورا بدلہ لے سکتے تھے؛ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمت نے یہ گوارا نہ فرمایا کہ ان کو تکلیف دی جائے۔

اس زمانے میں کوئی جیل خانہ نہیں تھا، قیدیوں کو رسیوں یا چمڑے کی پٹی میں باندھ کر بند کر دیا کرتے تھے؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان قیدیوں کو تقسیم کر دیا، دو دو، چار چار ایک ایک صحابی کو دے دیے کہ اپنی نگرانی میں رکھیں اور ارشاد ہوا کہ: قیدیوں کو آرام کے ساتھ رکھیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان قیدیوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا کہ ان کو کھانا کھلاتے اور خود کھجوریں کھا کر رہ جاتے تھے۔ ان قیدیوں میں مصعب بن

عمیر رضی اللہ عنہ کے بھائی ابوعزیز بھی تھے، ان کا بیان ہے کہ مجھ کو جن انصاریوں کے یہاں رکھا تھا جب صبح شام کھانا لاتے تو روٹی میرے سامنے رکھ دیتے اور خود کھجوریں اٹھا لیتے تھے، یہ اس وجہ سے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تاکید فرمائی تھی کہ قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔

قیدیوں کی رہائی

قیدیوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مشورہ کیا؛ چنانچہ امیروں کو فدیہ لے کر رہا کیا گیا اور غریبوں کے ذمہ یہ رکھا کہ وہ مسلمانوں کے دس دس بچوں کو پڑھائیں اور جو غریب پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے ان کو یوں ہی چھوڑ دیا۔

اس غزوہ میں مسلمانوں کے سردار ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے اور کفار کا سردار ابوجہل تھا جو موت کے گھاٹ اتر گیا، اس جنگ میں مکہ کے ستّر افراد مارے گئے اور ستّر قید ہوئے اور چودہ مسلمانوں کو شہادت نصیب ہوئی، جن میں چھ (٦) مہاجر اور آٹھ (٨) انصار تھے۔

قرآنِ پاک میں بدر کے دن کو "یوم الفرقان" فرمایا گیا ہے؛ یعنی ایسا دن جس میں حق اور باطل جدا جدا ہو کر سامنے آ گئے اور ہدایت اور گمراہی کا فیصلہ ہو گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب بدر سے واپس مدینہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی

صاحب زادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو لوگ دفن کر کے واپس ہو رہے تھے، یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، عرصے سے بیمار تھیں اور انھیں کی تیمارداری کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساتھ نہیں لے گئے تھے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح

بدر سے واپسی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فاطمہ زہراء کی شادی کی فکر ہوئی، کئی جگہوں سے پیغام آچکے تھے؛ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش تھی کہ ہم عمر لڑکا ملے، اللہ کا کرنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی درخواست پیش کی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منظور فرمائی اور ذی الحجہ سنہ ۲ھ میں نہایت سادے طریقے سے یہ شادی ہوئی۔

پانچ سو (۵۰۰) درہم مہر مقرر ہوا؛ یعنی ایک کلو پانچ سو اکتیس (۱.۵۳۱) گرام چاندی، اسی کو "مہرِ فاطمی" کہا جاتا ہے۔

سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کا جہیز

اب ذرا اس ساز و سامان کو بھی دیکھیے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چہیتی بیٹی کو دیا:

① ایک چارپائی۔
② چمڑے کا گدّا جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری تھی۔

③ ایک پیالہ۔
④ ایک مَشک (یعنی پانی بھرنے کا برتن)۔
⑤ دو مٹی کے گھڑے۔
⑥ دو چکیاں غلہ پیسنے کے لیے۔

الگ مکان

حضرت علی کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ اب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے، ایک صحابی حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے اپنا خالی مکان ان دونوں کے رہنے کے لیے دیا، سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا وہاں تشریف لے گئیں۔

ایک زِرہ (جنگی لباس)، ایک اونٹ کی کھال، ایک پرانی یمنی چادر، یہ کُل دلہا کے مکان کا سامان تھا۔

شادی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور دونوں پر برکت کے لیے پانی چھڑکا اور بیٹی سے فرمایا: بیٹی! میں نے تمھارا نکاح خاندان کے سب سے بہتر آدمی سے کیا ہے۔

رمضان شریف کے روزے

رمضان شریف کے روزے اور صدقۂ فطر کا حکم بھی اسی سال ہوا، عید کی نماز بھی اسی سال پہلی مرتبہ ادا کی، عید الاضحیٰ اور قربانی کے احکام نازل

ہوئے اور بیت المقدس کے بجائے خانۂ کعبہ مسلمانوں کا قبلہ قرار پایا۔

سوالات

① غزوہ کس کو کہتے ہیں؟ سریہ کس کو کہتے ہیں؟
② غزوۂ بدر کب پیش آیا؟
③ اس میں مسلمانوں اور مکہ کے کافروں کی تعداد کیا تھی؟
④ اس جنگ میں کتنے مسلمان شہید ہوئے؟
⑤ بدر میں مکہ والوں کے کتنے آدمی مارے گئے؟
⑥ مکہ والوں کے کتنے آدمی قید ہوئے؟
⑦ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس جنگ میں کیوں شریک نہیں ہوئے؟
⑧ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کب اور کیسے ہوا؟
⑨ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مہر کتنی تھی؟
⑩ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز کیا تھا؟

ادب	سے	ہی	انسان	انسان	ہے
ادب	جو	نہ	سیکھے	وہ	حیوان ہے

چوتھا باب

آداب واخلاق

شکراوراحسان ماننا

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ارشادفرمایا:﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾

ترجمہ: اگرتم واقعی (میرا) شکرکروگےتو میں تم کوزیادہ (نعمت) دوں گا اور اگرتم نے (میری نعمت پر) ناشکری کی تو اچھی طرح سمجھ لینا کہ میرا عذاب بہت سخت ہے ﴿۷﴾

لہٰذا شکرکا فائدہ ''انعام کا زیادہ ہونا'' ہے اور ناشکری کا نتیجہ ''محرومی'' ہوتا ہے۔

شکر کا مطلب یہ ہے کہ نعمت کو نعمت سمجھیں اور دینے والے کا احسان مانیں۔

یہ نعمت اللہ کی طرف سے ہے تو دل سے کہو: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ''۔

اور اگرکسی بندے کی طرف سے ہوتو کہو: ''جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا''؛ یعنی اللہ تمھیں اس کا اچھا بدلہ دیں۔

لیکن زبانی شکر کافی نہیں ہے، اگر یہ نعمت اللہ کے کسی بندے کی طرف سے ہوتو اچھی بات یہ ہے کہ تم اس کا بدلہ دو۔

اللہ تعالیٰ کو نہ بدلے کی حاجت ہے اور نہ اللہ کی کسی نعت کا بدلہ دیا جاسکتا ہے، لہٰذا اللہ کی نعمتوں کا شکر یہ ہے کہ اللہ کے حکم پر عمل کرو اور جس

طرح اللہ نے ہم پر احسان کیا ہے ہم اللہ کی مخلوق پر احسان کریں، اور جو نعمتیں ہمارے پاس ہیں اس سے اللہ کی مخلوق کو فائدہ پہنچائیں اور نعمت کو جائز طریقے سے جائز کاموں میں استعمال کریں۔

مثال کے طور پر لکھنا پڑھنا ایک بہت بڑی نعمت ہے، اس کا شکر یہ ہے کہ دوسروں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں، اگر کوئی اَن پڑھ کوئی چیز لکھوائے یا پڑھوائے تو لکھ دیں، پڑھ دیں اور اللہ کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہم کو محتاج نہیں کیا؛ بلکہ اِس قابل بنایا کہ ہم سے کسی کی ضرورت پوری ہوئی۔

روپیہ پیسہ بہت بڑی نعمت ہے، اس کا شکر یہ ہے کہ ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کریں، زکوۃ ادا کریں، صدقہ خیرات دیں، قرض مانگنے والوں کو بلاسود قرض دیں۔

یاد رکھیں! احسان بالکل نہ جتائیں، احسان جتانا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے، اس سے ثواب ختم ہو جاتا ہے۔

پیارے بچو! جو شخص تمھارے ساتھ احسان کا معاملہ کرے تم اس کا شکر ادا کرو اور اس کا احسان مانو؛ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ.

جو انسانوں کا احسان نہیں مانتا وہ خدا کا بھی احسان نہیں مان سکتا۔

ظاہر ہے انسانوں کا احسان آنکھوں دیکھی چیز ہوتی ہے، ماں باپ

نے جو کچھ ہمارے ساتھ کیا وہ ہمارے سامنے ہے، ان کی دوڑ دھوپ اور جدو جہد بھی ہمارے سامنے ہے ،اسی طرح ہمارے رشتہ دار ،دوست احباب جو کچھ احسان کا معاملہ ہمارے ساتھ کر رہے ہیں وہ آنکھوں دیکھی کانوں سنی چیز ہے۔

اللہ کے احسانات اور انعامات بہت زیادہ ہیں، ان کو پہچاننے کے لیے کچھ سمجھ بوجھ کی ضرورت ہے، لہٰذا جو شخص آنکھوں دیکھے احسان نہیں مان سکتا وہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کس طرح مان سکتا ہے جو آنکھوں سے نہیں دیکھے جاتے؛ بلکہ عقل سے پہچانے جاتے ہیں۔

لہٰذا ہم اپنے اندر احسان ماننے کی عادت پیدا کریں؛ تاکہ اللہ کا احسان مان سکیں اور اس کے شکر گذار بندے بن سکیں۔

اللہ کی نعمتوں کی قدر اور شکر کرنا ترقی کا سیدھا راستہ ہے۔

کھانے کی نعمت پر اللہ کا شکر

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانا ملنے پر اللہ کا شکر ادا کرنا سکھلایا، ساتھ ہی پیٹ میں پہنچنے پر الگ شکر ادا کرنے کا حکم دیا۔ مان لیجیے کہ اللہ نے سب کچھ دیا؛ لیکن کھانے کے لیے منہ نہیں کھلتا، لقمہ چبایا نہیں جاسکتا، ہضم نہیں ہوتا تو ایسے بہت سی قسموں کے کھانوں کا کیا فائدہ ہوگا؟

معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف سے رزق کا ملنا الگ احسان ہے اور اس

کا کھلانا، منہ میں پہنچانا اور وہاں سے پیٹ میں لے جانا اور بدن کے لیے مفید بنانا دوسرا بڑا احسان ہے؛ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صرف کھانا دینے پر نہیں؛ بلکہ کھلانے پر بھی اللہ کا شکر ادا کریں۔

کھانے کے بعد کی دعا:

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ .(ترمذی)

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ کی ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور مسلمان بنایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں تعلیم دی کہ ہم کھانا کھانے پر اللہ کا شکر اس طرح ادا کریں کہ: اے اللہ! آپ نے اپنے فضل سے رزق بھی دیا اور کھلایا پلایا بھی، اس پر آپ ہی کی ذات تعریف کے قابل ہے اور ہم نے آپ کا دیا ہوا کھا کر آپ کی ناشکری نہیں کی اور آپ کی بغاوت کرتے ہوئے کفر و شرک نہیں کیا؛ بلکہ آپ کے کرم سے مسلمان ہیں، اے اللہ! اس پر بھی ہم آپ کا ہی شکر ادا کرتے ہیں۔

میٹھا پانی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ پانی پینے کے بعد شکر کے کلمات کا معمول بنایا تھا اور اپنی امت کو بھی اس کی تعلیم دی تھی کہ پانی پینے کے بعد پڑھیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَقَانَا عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهٖ وَلَمْ یَجْعَلْهُ

مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنوْبِنَا.(کنز العمال)

ترجمہ: اے اللہ! آپ ہی کا شکر ہے کہ آپ نے محض اپنے فضل سے ہمیں میٹھا اور پاکیزہ پانی پلایا، اگر آپ چاہتے تو ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی وجہ سے اس کو بھی کھارا کر دیتے۔

دنیا میں بہت سارے لوگ صاف اور پینے لائق پانی سے محروم ہیں اور وہ گندہ اور گدلا پانی پینے پر مجبور ہیں، آج بھی دیہاتوں میں عورتیں اور بچے میٹھے پانی کے لیے کئی دور کنوؤں پر جاتے ہیں۔

غرض! میٹھا پانی ایک ایسی نعمت ہے کہ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی دولت بھی اس کا بدلہ نہیں بن سکتی۔

پانی کے بغیر زندگی نہیں چلے گی، ہمارا جسم ہر عضو کے زندہ رہنے کے لیے پانی کا محتاج ہے، اس کے بغیر کھانا ہضم نہیں ہو سکتا، اور اس کے بغیر ہمارا خون بدن میں گھوم نہیں سکتا ہے، پانی تو نعمت ہے ہی، میٹھا پانی اس سے بڑی نعمت ہے، جس پر ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے جو روزانہ ہمیں اس نعمت سے نوازتے رہتے ہیں۔

پیارے بچو!

شکر کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اللہ کی دی ہوئی ہر نعمت پر "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کہا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہترین دعا "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" ہے، اس کا

معنی یہ ہے ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں'' (ترمذی)

اچھی اور بُری دوستی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان اپنے دوست کے طریقے پر چلتا ہے، پس پہلے سوچ لو کس سے دوستی کر رہے ہو۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی اور بُری دوستی کی مثال دیتے ہوئے فرمایا: اچھا ساتھی گویا عطر بیچنے والا ہے، ممکن ہے وہ تمھیں عطر ہدیہ دے دے یا تم اس سے خرید لو؛ ورنہ کم از کم عطر کی خوشبو تو تمھارے دماغ میں پہنچے گی ہی۔

اور بُرا ساتھی ایسا ہے جیسے کوئی بھٹّی بھڑکانے والا، ممکن ہے بھٹی کے تنگے تمھارے کپڑوں پر آ پڑیں، جس سے تمھارے کپڑے جل جائیں؛ ورنہ یہ تو ضرور ہوگا کہ دھواں، گرد اور بدبو تمھارے بدن اور کپڑوں اور دماغ کو خراب کریں گے۔

پیارے بچو!

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو مثال سے سمجھایا کہ جیسے عطر کی شیشیوں اور لوہار کی بھٹی کا اثر کپڑوں پر پڑتا ہے ایسے ہی اچھے اور بُرے آدمیوں کے پاس بیٹھنے کا اثر دل اور عادتوں پر پڑتا ہے۔

اچھے آدمیوں کے پاس بیٹھو گے تو اچھی باتیں سنو گے، اچھی باتیں سیکھو گے، اچھی عادتیں تمھارے اندر پیدا ہوں گی۔

اور بُرے آدمیوں کی صحبت میں بیٹھنے سے بُری باتیں سیکھو گے، بُری عادتیں تمھارے اندر پیدا ہوں گی اور تم بھی بُرے ہو جاؤ گے۔

دیکھو! تم ایسے لڑکوں کے پاس بیٹھو جو سمجھ دار ہوں، لکھنے پڑھنے کے شوقین ہوں، نماز کے پابند ہوں، تلاوت کرتے ہوں، باادب، سلیقہ مند اور صاف ستھرے رہتے ہوں، لوگ انھیں اچھا سمجھتے ہوں؛ تاکہ تم میں بھی یہ اچھی عادتیں پیدا ہوں اور تم کو بھی لوگ اچھا سمجھیں۔

شریر لڑکے جو بیہودہ بکواس کرتے رہتے ہوں، آوارہ گھومتے پھرتے رہتے ہوں، گالی گلوچ کی ان کو عادت ہو، ایسے لڑکوں کے پاس کھڑے بھی مت رہو، یہ لڑکے بُرے ہیں، بدنام ہیں، ان کی بُری عادتیں تمھارے اندر پیدا ہوں گی، نتیجہ یہ ہوگا کہ تم بھی بُرے ہو جاؤ گے اور اگر بُرے نہ بھی ہوئے تو بدنام ضرور ہو جاؤ گے اور لوگ تمھیں بھی بُرا لڑکا سمجھنے لگیں گے۔

بڑوں کی عزت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے۔

پیارے بچو!

اسلامی تعلیمات میں چھوٹی عمر والوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے سے بڑی عمر والوں کی عزت کریں، اسی وجہ سے اچھے اور نیک بچے اپنے بڑوں کا ادب کرتے ہیں اور ان کی خدمت کرنا اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْبَرْكَةُ مَعَ اَكَابِرِكُمْ.

ترجمہ: برکت تمھارے بڑوں کے ساتھ ہے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ اگر کسی وفد میں سے کوئی چھوٹی عمر کا شخص بڑوں سے پہلے بولنا شروع کر دیتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو تاکید فرماتے کہ: بڑے کو پہلے بولنے دو۔

بڑوں کے ساتھ پیش آنے کے چند آداب یہ ہیں:

① بڑوں کو سلام کرنا۔

② بڑوں کے سامنے ادب سے بیٹھنا۔

③ بڑوں کی بات ماننا اور ان سے بدتمیزی نہ کرنا۔

④ بڑوں کے سامنے آہستہ آواز سے بات کرنا۔

کھانے کے آداب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد

ہاتھ دھونا اور کلی کرنا برکت لانے والا ہے۔(ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کھانا داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور شروع کرتے وقت بسم اللہ کہو۔(بخاری و مسلم)

بسم اللہ اتنی زور سے پڑھو کہ دوسرے لوگ بھی سن کر پڑھ لیں۔

جب کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو درمیان یا آخر میں جب یاد آجائے، تو اس طرح پڑھے: بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَهُ وَآخِرَهُ .

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین انگلیوں سے کھانا کھایا کرتے تھے اور جب کھانے سے فارغ ہوتے تو انگلیوں کو چاٹ لیتے۔(مسلم)

ضرورت کے وقت تمام انگلیوں کو استعمال کرنا درست ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کھانے کے بعد برتن کو چاٹ لے، برتن اس کے لیے استغفار کرتا ہے۔(مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ . (ابوداؤد، ترمذی)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی لقمہ گر جائے تو اٹھا کر صاف کر کے کھالیا کرو، شیطان کے لیے نہ چھوڑو۔(ترمذی)

جب کھانے میں مکھی گر جائے تو اُسے غوطہ دیکر پھینک دو؛ کیوں کہ اس کے ایک بازو میں بیماری ہے اور ایک میں شفا ہے، بیماری والا بازو

کھانے میں پہلے ڈالتی ہے۔(ابوداؤد)

آپ ﷺ کھانے کے وقت داہنا زانو کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور کبھی اُکڑُوں بیٹھ کر بھی کھاتے۔(مشارق الانوار)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کھانا سامنے رکھ دیا جائے تو اپنے جوتے اتار لیا کرو؛ کیوں کہ یہ تمھارے پیروں کے لیے راحت دینے والا ہے۔(مشکوٰۃ)

اپنے سامنے سے کھانا چاہیے، دوسروں کے آگے سے کھانے پینے کے سامان اپنی طرف کھینچ کھینچ کر کھانا ادب کے خلاف ہے، ہاں! اگر الگ الگ قسم کا کھانا ہو تو وہ لے سکتے ہیں۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نبی ﷺ کی پرورش میں تھا اور ابھی بچہ تھا اور میرا ہاتھ پورے پیالے میں گھومتا تھا، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: بیٹا! بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ، داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔(بخاری، مسلم)

کھانا کھانے کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ کھانا برتن کے کنارہ سے کھانا چاہیے، درمیان سے نہ کھائیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: برکت کھانے کے درمیان میں اترتی ہے، سو کناروں سے کھاؤ، درمیان سے نہ کھاؤ۔(ابوداؤد)

سونے کے آداب

جب سونے کا ارادہ کرے تو وضو کرے اور اپنے بستر کو تین بار جھاڑ لے، پھر ۳۳ ر مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ر مرتبہ الحمد لِلّٰہ، ۳۴ر مرتبہ اللہ اکبر اور ایک مرتبہ آیت الکرسی پڑھے، پھر تین قل پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر دم کر کے تمام بدن پر پھیرے، تین مرتبہ ایسا کرے، اس کے بعد داہنی کروٹ پر لیٹ کر داہنا ہاتھ چہرے کے نیچے رکھ کر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ قِنِیْ عَذَابَكَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ .(ابوداؤد)

ترجمہ: اے اللہ! جس دن آپ اپنے بندوں کو اٹھائیں اس روز مجھ کو اپنے عذاب سے بچا۔

اور پھر یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ اَحْیا .

جب صبح اٹھے تو یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَابَعْدَمَااَمَاتَنَاوَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ.(بخاری)

ترجمہ: شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں موت کے بعد زندگی عطا فرمائی اور مرنے کے بعد اسی کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔

اچھے بُرے خواب

اگر اچھا خواب دیکھے تو اللہ کا شکر ادا کرے اور اس کے فضل وکرم

کی امید رکھے، اور اگر بُرا خواب دیکھ کر آنکھ کھل جائے تو بائیں طرف تین بار تھتکار دے اور تین بار "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم" پڑھ کر دوسری کروٹ بدل کر سو جائے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے، ان شاء اللہ! کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ (مسلم)

اور پھر جب موقع ملے تو دو رکعت نماز پڑھ کر خواب کی برائی سے حفاظت کی دعا کرے۔

چھینک کا بیان

ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا: جب کسی کو چھینک آئے تو "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہے اور سننے والا "يَرْحَمُكَ اللّٰهُ" کہے تو چھینکنے والا اس کے جواب میں "يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ" کہے۔ (بخاری)

جب آپ ﷺ کو چھینک آتی تو منہ کو ہاتھ یا کپڑے سے چھپا لیتے اور آواز کو آہستہ کرتے۔ (ابوداؤد)

جب کسی کو ڈکار یا چھینک آئے تو زور سے آواز نہ کرے کہ شیطان کو یہ بات پسند ہے کہ اس میں آواز زور سے کی جائے۔ (بیہقی)

مسئلہ: چھینکنے والا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہے تو سننے والے پر جواب دینا واجب ہے، اس طرح کہ چھینکنے والا سن لے۔ (درمختار)

جُمائی کا بیان

جب کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ممکن ہو اُسے روکے، جب انسان جمائی لیتا ہے تو شیطان اُس پر ہنستا ہے۔

ہم کو چاہیے کہ جمائی کو چھپانے کے لیے اپنا دایاں ہاتھ منہ پر رکھ لے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ: جب کسی کو جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھ لے؛ کیوں کہ شیطان منہ میں گھس جاتا ہے۔ (مسلم)

جب جمائی آئے تو "ہاء، ہاء" مت کرو، یہ شیطانی آواز ہے۔

گھر کے آداب

اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت "گھر" ہے، ہمارا گھر ہمارے لیے سردی، گرمی، دھوپ اور بارش وغیرہ سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

ہم اپنے گھر میں دادا، دادی اور ابّو، امّی، بھائی، بہن وغیرہ کے ساتھ رہتے ہیں، ایک اچھا مسلمان اپنے گھر کا اور گھر والوں کا اور پڑوسیوں کا بہت خیال رکھتا ہے۔

والدین اور گھر میں جو بڑے ہوں ان کا ادب کریں اور ان کا کہنا مانیں، گھر کے کاموں میں ساتھ دینا چاہیے، چھوٹے بہن بھائیوں سے محبت کے ساتھ پیش آئیں، آپس میں لڑائی جھگڑا نہ کریں، پڑسیوں کا

خیال رکھیں، انھیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائیں۔

اپنے گھر کی صفائی کے ساتھ ساتھ گھر کے اطراف کی صفائی کا بھی خیال رکھیں، جب کوئی چیز کھائیں، جیسے پھل یا بسکٹ یا اور کوئی چیز تو اس کے چھلکے اور کاغذ گھر، مدرسہ یا راستہ وغیرہ میں نہ پھینکیں؛ بلکہ کچرا دان (ڈسٹ بین) میں ڈالیں۔

گھر کے چند آداب

① دروازہ کھٹکھٹا کر گھر میں اس طرح داخل ہوں کہ گھر والوں کو معلوم ہو جائے۔

② پہلے دایاں پاؤں گھر میں داخل کریں۔

③ گھر میں داخل ہونے کی دعا پڑھیں۔

④ گھر والوں کو سلام کریں۔

⑤ گھر میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت دروازہ آہستہ سے بند کریں۔

⑥ بھائی، بہن یا گھر والوں کی چیز بغیر اجازت کے استعمال نہ کریں۔

⑦ دیواروں، الماریوں وغیرہ پر نہ لکھیں، گھر کی صفائی ستھرائی کا خیال رکھیں، گندگی نہ پھیلائیں۔

⑧ گھر والوں سے پوچھ کر اور سلام کر کے باہر نکلیں۔

⑨ پہلے بایاں پاؤں گھر سے باہر رکھیں۔
⑩ گھر سے نکلنے کی دعا پڑھ کر نکلیں۔
گھر سے نکلنے کی دعا:
بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ.(ترمذی)
گھر میں داخل ہوتے وقت پہلے گھر والوں کو سلام کرے، پھر یہ دعا پڑھے:
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلَجِ وَ خَيْرَ المَخْرَجِ ، بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا.(ابوداؤد)

مسجد کے آداب

جہاں مسلمان دن میں پانچ مرتبہ اکٹھے ہوکر باجماعت نماز ادا کرتے ہیں اس کو مسجد کہتے ہیں، اس کے علاوہ نوافل، تلاوتِ قرآنِ کریم اور ذکرِ الٰہی بھی مسجد میں ادا کیے جاتے ہیں۔
مساجد جنت کے باغ ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا .
ترجمہ:اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمین پر سب سے زیادہ پسندیدہ جگہ مسجد ہے۔
مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے،اس کا ادب واحترام کرنا اور صاف ستھرا

رکھنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

مسجد کے چند آداب ہیں:

① پیاز، لہسن، گٹکھا، تمباکو، بیڑی، سگریٹ وغیرہ بدبودار چیز کھا کر مسجد میں نہ جائیں؛ بلکہ پہلے منہ صاف کرلیوے۔

② اپنے جوتے، چپل مسجد سے باہر جھاڑ کر سلیقے سے مناسب جگہ رکھیں۔

③ جب مسجد میں داخل ہوں تو پہلے سیدھا پاؤں داخل کریں۔

④ بِسْمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ پڑھ کر مسجد میں داخل ہونے کی دعا پڑھیں: اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔

⑤ مسجد میں داخل ہوتے وقت نفل اعتکاف کی نیت کریں:

نَوَيْتُ الإِعْتِكَافَ مَا دُمْتُ فِيْ الْمَسْجِدِ .

⑥ اگلی صف میں جانے کے لئے لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر نہ جائیں۔

⑦ مسجد میں داخل ہونے کے بعد مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نفل ''تَحِيَّةُ الْمَسْجِدْ'' پڑھیں۔

⑧ جماعت ختم ہوتے ہی فوراً اس طرح سنت کی نیت نہ باندھیں کہ گذرنے والوں کو تکلیف ہو۔

⑨ سنت اور نوافل مسجد کے دروازوں کے سامنے اور راستوں میں نہ پڑھیں بلکہ ایک طرف ہوکر پڑھیں۔

⑩ نمازی کے سامنے سے ہرگز نہ گزریں؛ کیوں کہ نمازی کے سامنے سے گزرنا سخت گناہ ہے۔

⑪ مسجد میں شور مچانا اور دنیوی باتیں کرنا منع ہے۔

⑫ مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرنا منع ہے۔

⑬ مسجد سے نکلتے وقت اُلٹا پاؤں پہلے باہر رکھیں، اور بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ پڑھ کر مسجد سے نکلنے کی دعا پڑھیں: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ .

لڑکیاں بھی گھر بیٹھے یہ سارے فضائل حاصل کرسکتی ہیں۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ لڑکیاں اپنے گھر میں ہی ایک جگہ نماز کے لیے خاص کرلیں۔ فرض نمازیں، نوافل، ذکر و تلاوت وغیرہ سارے اعمال اسی جگہ کیا کریں تو ان کو گھر سے باہر نکلے بغیر ان اعمال کا مسجد میں ادا کرنے کا ثواب ملے گا۔ اس کو گھر کی مسجد بھی کہہ سکتے ہیں، رمضان میں وہاں اعتکاف بھی کرسکتی ہیں۔